آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۴

فہرست مضامین

اسلام کی برکات - ۱۱۵-۱۲۲
احیائے موتے - ۱۲۲-۱۳۱
(مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ)
الیسن اور اکبر مسیح کے مضامین عصمت انبیاء پر - ۱۳۱ تا ۱۵۰

قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ - اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا - چندہ سالانہ اردو پرچہ .... عہ/

www.aaiil.org

تفسیر سورۂ جمعہ:- ۸۰ صفحہ پر اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر چھپی ہے اور اسکی چھپائی مین حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے بڑی کوشش سے اہتمام کیا ہے کہ جیسا اسکے مضامین عالی ہین ویسی ہی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ یہ تفسیر حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کی بیان کردہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی ایک تقریر تھی جو پہلے اخبار الحکم کے مختلف نمبرون مین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شائع ہوئی تھی حکیم صاحب نے اسکو ایک جگہ اکٹھا کر کے ایک رسالہ کیصورت مین شائع کیا ہے تفسیر کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ نورالدین کے مصنف کی تفسیر ہے جسے قرآن کریم سے سچا عشق اور جسکی روح کی یہ کلام پاک غذا ہے۔ چار آنہ قیمت پر حکیم محمد حسین صاحب قریشی پروپرائیٹر رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور سے مل سکتی ہے زیادہ جلدونکے خریدارونکے لئے رعایت بھی رکھی گئی ہے +

سر الشہادتین:- مصنفہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی جس مین مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم اور انکے شاگرد میان عبدالرحمن صاحب شہید مرحوم کی شہادت کے متعلق قرآن کریم سے لطیف اشارون کا استنباط کیا ہے ایک آنہ قیمت دفتر البدر قادیان سے ملسکتی ہے +

ریویو آف ریلیجنز کے سابقہ نمبر:- سال سنہ ۱۹۰۲ء اور سال سنہ ۱۹۰۳ء کے دوبارہ چھپ گئے ہین۔ جو صاحبان اسی سال سے یا سال گذشتہ کے اخیر سے خریدار ہین ان کو چاہئے کہ گذشتہ پرچے منگوا لیوین ان مین نہایت عجیب عجیب اور بالکل نئے مضامین حضرت اقدس کے قلم سے نکلے ہوئے ہین جو اور کسی طرح دستیاب نہین ہو سکتے علاوہ اسکے حضرت اقدس کا ارشاد بھی ہے کہ ہر ایک بیعت کنندہ میگزین کی اعانت مین پوری کوشش کرے اور اس کی اعانت کی سب سے عمدہ سبیل یہی ہے کہ اسکی خریداری بڑھائی جاوے۔ تا مضامین کی اشاعت بھی کثرت سے ہو۔ سنہ ۱۹۰۲ء اور سنہ ۱۹۰۳ء کے رسالونکو ہم الگ الگ جلدون مین بھی عنقریب بندھوانے والے ہین تاکہ جو صاحب پسند کرین وہ مجلد جلد ہر سال کی منگوا سکین اس مین خاص طور پر رعایت کیجاوے گی یعنی جلد نہایت عمدہ بندھوائی جاوے گی اور لاگت صرف عہ لیجاویگی اسطرح پر صرف عہ کے خرچ سے ایک بیش بہا ذخیرہ مضامین کا ہاتھ مین آسکتا ہے محصولڈاک بھی اسی قیمت مین شامل ہوگا جن خریدارون سے سابقہ نمبر گم ہو چکے ہون یا پرانے ہو کر خراب ہو گئے ہون۔ ان کے لئے پوری جلد کا خریدنا نہایت مفید ہوگا۔ جو صاحب اس طرح پر مجلد سنہ ۱۹۰۲ء و سنہ ۱۹۰۳ء کی جلدین منگوانا چاہتے ہون وہ ہمین ابھی اطلاع دیدین تاکہ کافی مقدار جلدون کی ہم تیار کرا دین +

اعلان بعض احباب کیطرف ابھی تک سال گذشتہ کا بقایا چلا جاتا ہے ان کی خدمت مین التماس ہے کہ جلدی ادا کر کے حساب بیباق کرین اور اس سال کا چندہ بھی پیشگی آنا چاہیے جو صاحب خود بذریعہ منی آرڈر اپنی رقوم ارسال کر دین یا خود وی پی کی اجازت دیدین وہ دفتر کو بہت سی خط وکتابت سے بچا سکتے ہین امید ہے کہ تمام بہی خواہان سلسلہ اس طریق کو اختیار کر کے اپنی اپنی رقوم دفتر مین بھیجدین گے +

مینیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اسلام کی برکات

(از حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

اس جگہ ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولےٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قایم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خداتعالی کی راہوں میں ہر ایک قوت اُسکے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اُس کی اِس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خداتعالی کی ہدایت کے اعلیٰ تجلیات تمام حُجب سے مبرّا ہو کر اس کی طرف رُخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اُس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقاید جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں۔ اور مغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملّت حنیفیہ کے اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اُس کی زبان اور اُس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کیجاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلےٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور شہوات اور رداءت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلّی اُس سے دور کر کے اُس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے تب وہ بکلّی مبدّل ہو کر ایک نئی پیدایش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خداتعالےٰ سے سُنتا اور خداتعالےٰ سے دیکھتا اور خداتعالےٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خداتعالےٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اسکا غضب خداتعالےٰ کا غضب اور اس کا رحم خداتعالےٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے۔ اور آسمان پر اُسکے وجود سے خوشی کیجاتی ہے اور اعلےٰ سے اعلےٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ

اور مخاطبات حضرت یزدانی ہین جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہین اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہین اور طمانینت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہین اور اس کلام اور الہام مین فرق یہ ہی کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگون مین بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بُلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سُنائے سُنتے اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہین اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہی کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہین وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدا تعالےٰ کا کلام اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالےٰ سے ایسا جواب پاتے ہین کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کرین تو صرف اس قدر کر سکتے ہین کہ وہ اللہ جلّ شانہ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اسکے مقرب فرشتہ کے ظہور مین آتی ہے۔ اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونیسے اطلاع دیجائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آیندہ کی خبرون پر آگاہی دیجائے یا کسی امر مین خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات مین یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جاوے بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہی جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنیکے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ مین ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہی کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کی خدا تعالی کی طرفسے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پر برکت الفاظ مین محسوس ہوتی اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے ٭

اس جگہ ہر ایک سچے طالب کے دل مین بالطبع یہ سوال پیدا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الٰہیہ حاصل کرسکون پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہی جس مین نئی قوتین نئی طاقتین نئی زندگی عطا کیجاتی ہی اور نئی ہستی پہلی ہستی کے فنا کے بغیر حاصل نہین ہوسکتی۔ اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ سے جو فدائے نفس اور فدائے عزت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مراد ہی بکلی جاتی رہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور اس کی جگہ لے لیتی ہی اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دور ہونے کے نشان کیا ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دور ہوکر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوجاوت اور اپنی فطرت مین ایک انقلاب عظیم نظر آوے اور تمام حالتین کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبدی ایسی صاف بدلی ہوئی نظر آوین کہ گویا ان پر اب رنگ ہی اور ہے غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئین ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالی بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یاد الٰہی مین نئی لذتین پیدا ہوجائین جن کی پہلے کچھ بھی خبر نہین تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے رب پر بکلی متوکل اور غیر سے بکلی لاپروا ہے اور تصور وجود حضرت باریتعالی اس قدر اُسکے دل پر استیلا پکڑ گیا ہی کہ اب اُس کی نظر شہود مین وجود

غیر بکلی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ اور ذلیل اور بیقدر نظر آتے ہیں اور صدق اور وفا کا مادہ اسقدر جوش میں آگیا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا تصور کرنے سے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصور بلکہ مصائب کے وارد ہونیسے بھی ہر ایک درد برنگ لذت نظر آتا ہے تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھنا چاہئے کہ اب پہلی ہستی پر موت آگئی +

اس موت کے پیدا ہو جانیسے عجیب طور کی قوتیں خدا تعالی کی راہ میں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باتیں جو دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں اور وہ راہیں جو دوسرے دیکھتے ہیں پر چلتے نہیں اور وہ بوجھ جو دوسرے جانچتے ہیں پر اٹھاتے نہیں ان سب امور شاقہ کی اس کو توفیق دیجاتی ہے کیونکہ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست الہی طاقت اس کی اعانت اور امداد میں ہوتی ہے جو پہاڑوں سے زیادہ اسکو استحکام کی روسے کر دیتی ہے اور ایک وفادار دل اس کو بخشتی ہے تب خدا تعالے کے جلال کے لیئے وہ کام اس سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صدق کی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اور آدمزاد کیا حقیقت ہے کہ خود بخود ان کو انجام دیسکے وہ بکلی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور ماسوا اللہ سے دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سب تفاوتوں اور فرقوں کو درمیان سے دور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحانات اسکو پیش آتے ہیں اور ایسے مصائب اور تکالیف اسپر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیوں کو بڑی انشراح صدر سے برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاون حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا جائے تب بھی بغیر انی مع اللہ کے اور کوئی آواز اسکے اندر سے نہیں آتی جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے تو اسکا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہو جاتا ہے اور ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر پالیتا ہے جو اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب ہو جاتا ہے وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کیجاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ اشارت فرما رہے ہیں کہ محدث نبی بالقوہ ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنے کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی جیسا کہ کہہ سکتے ہیں کہ العنب خمر نظراً علی القوۃ والاستعداد ومثل ہذا الحمل شائع متعارف فی عبارات القوم وقد جرت المحاورات علے ذالک کما لایخفی علی کل ذکی

عالم مطلع علی کتب الادب والکلام والتصوف - اور اسی حمل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ نے اس قرأت کو جو وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث ہے مختصر کر کے قرأت ثانی مین صرف یہ الفاظ کافی قرار دیئے کہ وما ارسلنا من رسول ولا نبی -

اور اس سوال کا جواب کہ جس شخص کو شرف مکالمہ الہیہ کا نصیب ہو وہ کب اور کن حالات مین اخذ وحی کلام الہی کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہے - یہ ہے کہ اکثر شدائد اور مصائب کے نزول کے وقت اولیاء اللہ پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے تا ان کی تسلی اور تقویت کا موجب ہو جب وہ نزول آفات اور حوادث فوق الطاقت سے نہایت شکستہ اور دردمند اور کوفتہ ہو جاتے ہین اور حزن اور قلق انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب خدا تعالے کی صفت کلام اُن کے دل پر متجلی ہوتی ہے اور کلمات طیبہ الٰہیہ سے ان کو سکینت اور تشفی بخشی جاتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ ملہم کی انکساری حالت الہامی آگ کے افروختہ ہونیکے لئے بہت ہی دخل رکھتی ہے جب ایک شرف یاب مکالمہ الٰہی کمال دردمند اور مضطر ہوتا ہے اور اس کی توجہ درد اور حزن سے ملی ہوئی ایک تار بندھ جانے کی حالت تک پہنچ جاتی ہے اور وفاداری اور تضرع اور صدق کے ساتھ ربوبیت کی شعاعونکے نیچے جا پڑتی ہے تو یکدفعہ ربوبیت کی ایک شعاع اپنی ربوبیت کی تجلی کے ساتھ اس پر گرتی ہے اور اس کو روشن کر دیتی ہے اور وہ روشنی کبھی کلام کی صورت مین اور کبھی کشف کی صورت مین ظاہر ہوتی ہے اور رجوع کرنیوالے دل کو اس فتیلہ کی طرح جو آگ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اپنے ربانی نور سے منور کر دیتی ہے کیا یہ بدیہی طور پر محسوس نہین ہوتا جو ایک فتیلہ جو پاکیزہ تیل اپنے اندر رکھتا ہے جب آگ کے نزدیک کیا جاتا ہے تو وہ فی الفور صورت بدل لیتا ہے اور آگ کی صحبت سے واپس آتے وقت ایک چمکتا ہوا شعلہ اپنے ساتھ لاتا ہے پس ایک عارف اور کامل انسان اس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند ہو کر آستانہ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر ایک طرف سے منقطع ہو کر اُس موافقت اور مصادقت کو جو اسکے رگ و ریشہ مین رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے تب خدا تعالے اس کی سنتا ہے اور اسے تودد اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اُس پر رحم کرتا ہے اور اُسکی دعاؤن کو اکثر قبول فرمالیتا ہے آج کل کے بعض ملحدانہ خیال والے جو یورپ کے فلسفہ اور نیچر کے تابع ہو گئے ہین اور اجابت اور قبولیت دُعا سے منکر ہین اُن کے یہ خیالات سراسر باطل ہین کہ قبولیت دعا کچھ چیز نہین اور تحصیل مرادات کے لئے دعا کرنا نہ کرنا برابر ہے - یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خدا تعالے کے فضلونمین سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائین قبول ہوتی ہین اور اس کی درخواستین گو کیسے ہی مشکل کامون کے متعلق ہون اکثر بہ پایۂ اجابت پہنچتے ہین اور در اصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو یہ نسبت اور ونکے بہت دعائین قبول ہون کیونکہ ولی خدا تعالے کا دوست ہوتا ہے اور نیز ناصر دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستین اس کی قبول کیجائین پس جو شخص کہتا ہے کہ دعا قبول ہونیکے اس سے زیادہ

اور کچھ معنے نہیں کہ خدا تعالیٰ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ جان لیتا ہے کہ اس نے دعا کی ہے ایسا شخص مسخرہ ہے اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور اسکے دین سے محض بیگانہ ہے اگر صرف دعا کا سن لینا اجابت میں داخل ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تو یہ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میری دعا رد نہیں ہوئی کیونکہ اگر اجابت سے مطلب صرف اطلاع بر دعا ہے تو پھر کون شخص ہے جس کی دعا سے خدا تعالیٰ بے خبر رہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ جلشانہ بباعث اپنی صفت علیم اور خبیر اور سمیع ہونیکے ہر ایک بات کو سنتا ہے اور ہر ایک شخص کی آواز اس تک پہنچ جاتی ہے پھر ایسے سننے میں مومن اور غیر مومن کی دعا میں فرق کیا ہے اور یہ کہنا کہ مومن کو لبیک کہتا ہے اور دوسرے کو نہیں یہ کیونکر ثابت ہو جبکہ اصل محرومی میں مومن اور غیر مومن دونوں مساوی ہیں تو ایک کافر بھی کہہ سکتا ہے کہ میری دعا پر لبیک کہا گیا ہے تو اب اسکا کون فیصلہ کرے کہ نہیں کہا گیا اور ایسی بمعنی لبیک کا فائدہ کیا بلکہ مومن کی دعا ضرور قبول کیجاتی ہے اور اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبانہ مکالمہ کے اسپر اطلاع دیجاتی ہے خدا تعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف تو فتح مومن ہی کو دیتا ہے اور اس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے دشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اور ناپدید ہو جائے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کی بد دعائیں اسی کے سر پر مارتا ہے پر مومن کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرکے وہ خوارق دکھلاتا ہے جنسے دنیا حیران ہو جاتی ہے کرامت کیا چیز ہے؟ مومن کی دعا جو قبول ہو کر ایک نہایت مشکل اور بعید از عقل کام کو پورا کر دیتی ہے اور تمام خلقت کو ایک حیرت میں ڈالتی ہے پھر کیونکر کہا جائے کہ دعا قبول نہیں ہوتی نادان ہے وہ شخص جو ایسا خیال کرتا ہے بیوقوف ہے وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا ہے یہ دعوے بے دلیل نہیں اسپر میرے پاس کھلے کھلے دلائل اور نہایت روشن براہین ہیں پر جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا ہے تا آفتاب نظر نہ آوے وہ کیونکر روشنی کو دیکھ سکتا ہے۔

اب یہ بھی یاد رہے کہ وہ اسلام جس کی خوبیاں ہم بیان کر چکے ہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے جسکے ثبوت کیلئے ہم صرف گذشتہ کا حوالہ دیں اور محض قبروں کے نشان دکھلائیں اسلام مردہ مذہب نہیں تا یہ کہا جائے کہ اسکی سب برکات پیچھے رہ گئی ہیں اور آگے خاتمہ ہے اسلام میں بڑی خوبی یہی ہے کہ اس کی برکات ہمیشہ اسکے ساتھ ہیں اور وہ صرف گذشتہ قصوں کا سبق نہیں دیتا بلکہ موجودہ برکات پیش کرتا ہے دنیا کو برکات اور آسمانی نشانوں کی ہمیشہ ضرورت ہے یہ نہیں کہ پہلے تھی اور اب نہیں سے ضعیف اور عاجز انسان جو اندھے کی طرح پیدا ہوتا ہے ہمیشہ اس بات کا محتاج ہے کہ آسمانی بادشاہت کا اسکو کچھ پتہ لگے اور وہ خدا جسکے وجود پر ایمان ہے اسکی ہستی اور قدرت کے کچھ آثار بھی ظاہر ہوں پہلے زمانہ کے نشان دوسرے زمانہ کیلئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہو سکتی اور امتداد زمانہ

سے خبرین ایک قصہ کے رنگ مین ہو جاتی ہین ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے اِسلئے اسلام کا خدا جو سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کیلئے نئے نشان دکھلاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر اور خاصکر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہو اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قایم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جسکے آئینہ فطرت مین نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسّط سے لوگون کو دکھلاتا ہے اور تمام مخالفونکو سچائی اور حقیقت نمائی اور پردہ دری کے رو سے ملزم کرتا ہے۔ سچائی کے رو سے اس طرح کہ وہ سچے نبی پر ایمان نہ لائے۔ پس وہ دکھلاتا ہے کہ وہ نبی سچا تھا اور اس کی سچائی پر آسمانی نشان یہ ہین اور حقیقت نمائی کی رو سے اس طرح کہ اُس نبی متبوع کے تمام مغلقات دین کا حل کر کے دکھلا دیتا ہے اور تمام شبہات اور اعتراضات کا استیصال کر دیتا ہے۔ اور پردہ دری کے رو سے اس طرح کہ وہ مخالفونکے تمام پردے پھاڑ دیتا ہے اور دنیا کو دکھلا دیتا ہے کہ وہ کیسے بیوقوف اور معارف دین نہ سمجھنے والے اور غفلت اور جہالت اور تاریکی مین گرنیوالے اور جناب الٰہی سے دور و مہجور ہین۔ اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کا خلعت پاکر آتا ہے اور زکی اور مبارک اور مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور نہایت صفائی سے ان باتونکو ثابت کر کے دکھلا دیتا ہے کہ خدا ہے اور وہ قادر اور بصیر اور سمیع اور علیم اور مدبّر بالارادہ ہے اور درحقیقت دعائین قبول ہوتی ہین اور اہل اللہ سے خوارق ظاہر ہوتے ہین پس صرف اتنا ہی نہین کہ وہ آپ ہی معرفت الٰہیہ سے مالا مال ہے بلکہ اسکے زمانہ مین دنیا کا ایمان عام طور پر دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور وہ تمام خوارق جن سے دنیا کے لوگ منکر تھے اور اُنپر ہنستے تھے اور اُن کو خلاف فلسفہ اور نیچر سمجھتے تھے یا اگر بہت نرمی کرتے تھے تو بطور ایک قصہ اور کہانی کے انکو مانتے تھے اب اُسکے آنیسے اور اُسکے عجائبات ظاہر ہونیسے نہ صرف قبول ہی کرتے ہین بلکہ اپنی پہلی حالت پر روتے اور تاسف کرتے ہین کہ وہ کیسی نادانی تھی جسکو ہم عقلمندی سمجھتے تھے اور وہ کیسی بیوقوفی تھی جس کو ہم علم اور حکمت اور قانون قدرت خیال کرتے تھے غرض وہ خلق اللہ پر ایک شعلہ کیطرح گرتا ہے اور سب کو کم و بیش حسب استعدادات مختلفہ اپنے رنگ مین لے آتا ہے اگرچہ وہ اوایل مین آزمایا جاتا اور تکالیف مین ڈالا جاتا ہے اور لوگ طرح طرح کے دکھ اسکو دیتے اور طرح طرح کی باتین اسکے حق مین کہتے ہین اور انواع اقسام کے طریقوں سے اُسکو ستاتے اور اسکی ذلت ثابت کرنا چاہتے ہین لیکن چونکہ وہ برہان حق اپنے ساتھ رکھتا ہے اسلئے آخر ان سب پر غالب آتا ہے اور اس کی سچائی کی کرنین بڑے زور سے دنیا مین پھیلتی ہین اور جب خدا تعالےٰ دیکھتا ہے کہ زمین اس کی صداقت پر گواہی نہین دیتی تب آسمان والونکو حکم کرتا ہے کہ وہ گواہی دین سو اسکے لئے ایک روشن گواہی خوارق کے رنگ مین دعاؤنکے قبول ہونیکے رنگ مین اور حقایق و معارف کے رنگ مین آسمان سے اترتی ہے اور وہ گواہی

بہرون اور گونگون اور اندھون تک پہنچتی ہے اور بہتیرے ہین جو اسوقت حق اور سچائی کی طرف کھینچے جاتے ہین مگر مبارک وہ جو پہلے سے قبول کر لیتے ہین کیونکہ انکو بوجہ نیک ظن اور قوت ایمان کے صدیقونکی شان کا ایک حصہ ملتا ہے اور یہ اُسکا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔

اب اتمام حجت کیلئے مین یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اسی کے موافق جو ابھی مین نے ذکر کیا ہے خدا تعالےٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک مین غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقوے اور راستبازی کو زایل ہوتے ہوئے مشاہدہ کرکے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا مین علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگونکے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس مین اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہین سو اے حق کے طالبو سوچکر دیکھو کیا یہ وقت وہی وقت نہین ہے جس مین اسلام کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی کیا ابھی تک تمپر یہ ثابت نہین ہوا کہ گذشتہ صدی مین جو تیرھوین صدی تھی کیا کیا صدمات اسلام پر پہنچگئے اور ضلالت کے پھیلنے سے کیا کیا ناقابل برداشت زخم ہمین اٹھانے پڑے کیا ابھی تک تمنے معلوم نہین کیا کہ کن کن آفات نے اسلام کو گھیرا ہوا ہے۔ کیا اسوقت تم کو یہ خبر نہین ملی کہ کسقدر لوگ اسلام سے نکل گئے کسقدر عیسائیون مین جا ملے کسقدر دہریہ اور طبعیہ ہوگئے اور کسقدر شرک اور بدعت نے توحید اور سنت کی جگہ لے لی اور کسقدر اسلام کے ردّ کیلئے کتابین لکھی گئین اور دنیا مین شائع کی گئین۔ سو تم اب سوچکر کہو کہ کیا اب ضرور نہ تھا کہ خدا تعالےٰ کیطرف سے اس صدی پر کوئی ایسا شخص بھیجا جاتا جو بیرونی حملونکا مقابلہ کرتا اگر ضرور تھا تو تم دانستہ الٰہی نعمت کو ردّ مت کرو اور اس شخص سے منحرف مت ہو جاؤ جسکا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتدا سے نبی کریم نے خبر دی تھی اور اہل اللہ نے اپنے الہامات اور مکاشفات سے اس کی نسبت لکھا تھا ذرہ نظر اٹھاکر دیکھو کہ اسلام کو کس درجہ پر بلاؤن نے مجبور کر لیا ہے اور کیسے چار و نطرف سے اسلام پر مخالفونکے تیر چھوٹ رہے ہین اور کیسے کروڑہا نفوس پر اس زہر نے اثر کر دیا ہے یہ علمی طوفان یہ عقلی طوفان یہ فلسفی طوفان یہ مکر اور منصوبونکا طوفان یہ فسق اور فجور کا طوفان یہ اباحت اور دہریت کا طوفان یہ شرک اور بدعت کا طوفان جو ہے ان سب طوفانون کو ذرہ آنکھین کھولکر دیکھو اور اگر طاقت ہے تو ان مجموعہ طوفانات کی کوئی پہلے زمانہ مین نظیر بیان کرو اور ایمانا کہو کہ حضرت آدمؑ سے لیکر تا این دم اسکی کوئی نظیر بھی ہے اور اگر نظیر نہین تو خدا تعالےٰ سے ڈرو اور حدیثونکو وہ معنے کرو جو ہو سکتے ہین واقعات موجودہ کو نظر انداز مت کرو تا تمپر کھلجائے کہ یہ تمام ضلالت وہی سخت دجالیت ہے جس سے ہر ایک نبی ڈراتا آیا ہے جسکی بنیاد اس دُنیا مین عیسائی مذہب اور عیسائی قوم نے ڈالی جسکے لئے ضرور تھا کہ مجدّد وقت مسیح کے نام پر آوے کیونکہ بنیاد فساد مسیح کی ہی امت سے ہے اور میرے پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا مین پھیل گئی حضرت عیسیٰؑ کو اُسکی خبر دیگئی تب انکی روح روحانی نزول کیلئے حرکت مین آئی اور اُسنے جوش مین

آکر اور اپنی اُمّت کو ہلاکت کا مفسدہ پیرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ چاہا جو اسکا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو سو اُسکو خدا تعالےٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کی اور اس مین مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی اور اس مین اور مسیح مین بشدت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے اور مسیح کی توجہات نے اسکے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا اور اس مین ہوکر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا پس ان معنوں سے اُسکا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا اور مسیح کی پرجوش ارادات اس مین نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارات مین مسیح کا نزول قرار دیا گیا یاد رہے کہ یہ ایک عرفانی بھید ہے کہ بعض گذشتہ کاملون کا اُن بعض پر جو زمین پر زندہ موجود ہون عکس توجہ پڑکر اور اتحاد خیالات ہوکر ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ اُنکے ظہور کو اپنا ظہور سمجھ لیتے ہین اور اُنکے ارادات جیسے آسمان پر اُن کے دل مین پیدا ہوتے ہین ویسا ہی باذنہٖ تعالےٰ اسکے دل مین جو زمین پر ہے پیدا ہو جاتے ہین اور ایسی روح جسکی حقیقت کو اُس آدمی سے جو زمین پر ہے متحد کیا جاتا ہے ایک ایسا ملکہ رکھتی ہے کہ جب چاہے پورے طور پر اپنے ارادات اس مین ڈالتی رہے اور اُن ارادات کو خدا تعالیٰ اُس دل سے اس دل مین رکھ دیتا ہے غرض یہ سنت اللہ ہے کہ کبھی گذشتہ انبیاء و اولیاء اس طور سے نزول فرماتے ہین اور ایلیا نبی نے یحییٰ نبی مین ہوکر اسی طور سے نزول کیا تھا۔ سو مسیح کے نزول کی سچی حقیقت یہی ہے

احیاے موتے

مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے جو قدیم سے اسی طرح چلی آئی ہے کہ وہ انبیاء اور مامورین کو ایسے وقت مین مبعوث فرماتا ہے جب دنیا مین گناہ اور غفلت اور شرک اور کفر کی موت واقع ہو چکی ہوتی ہے اور پھر وہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ مردوں کو روحانی زندگی عطا فرماتا ہے چنانچہ مروجہ انجیلون مین بعض فقرات ایسے پائے جاتے ہین جن سے حضرت مسیح کیطرف اسی قسم کے موتے کے احیاء کا دعوے منسوب کیا گیا ہے اور قرآن کریم تو بار بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اسی امر کو ٹھہراتا ہے کہ تا آپکے ذریعہ سے مردوں کو ہمیشہ کی زندگی دیجاوے بلکہ اسی امر کو آنحضرت کی صداقت اور فضیلت کی ایک دلیل ٹھہراتا ہے کہ آپ ایسے وقت مین آئے جب تمام زمین مر چکی تھی اور ایسے وقت مین بلائے گئے جب کامل طور پر اپنے پیروؤن کو وہ زندگی عطا فرما چکے تھے۔

یوحنا کی انجیل مین حضرت مسیح کا یہ قول لکھا ہے کہ قیامت اور زندگی مین ہی ہون جو مجھ پر ایمان لاوے

اگرچہ وہ مرگیا ہو توبھی جئے گا۔ یوحنا ۱۱/۲۵ جسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی گناہ اور غفلت اور کفر اور شرک کی موت سے نجات پاکر اطاعت الٰہی کی روحانی زندگی حاصل کریگا۔ عیسائی صاحبان کا یہ خیال ہے کہ سوائے مسیح کے اور کسی شخص نے آج تک دنیا مین ایسا دعوے نہین کیا اور اگر کوئی کرتا بھی تو اس کے مطابق ثابت کر دینا غیر ممکن ہوتا جس سے غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح کا ایسا دعوے کرنا اور پھر عملی طور پر اُسکو پورا کرکے دکھا دینا دونون امر ثابت شدہ ہین حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونون باتین جھوٹ ہین اور دونون کا کھلا کھلا اور فلسفی ثبوت صرف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین ہی مل سکتا ہے۔ امر اول کے متعلق تو اتنا کہدینا کافی ہے کہ انجیلین حضرت مسیح سے زمانہ دراز بعد لکھی گئین اور انکے لکھنے والونکا کچھ پتہ نہین کہ وہ کون تھے۔ حضرت مسیح کی انجیل تو ان مین کوئی ہے ہی نہین۔ چار انجیلین ہین جن کے نام یہ ہین کہ متی کے مطابق انجیل۔ لوقا کے مطابق انجیل۔ مرقس کے مطابق انجیل اور یوحنا کے مطابق انجیل۔ اب اول تو یہی معلوم نہین کہ یہ متی مرقس لوقا اور یوحنا جنکے مطابق یہ انجیلین لکھی گئین کون لوگ تھے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ ان مین سے کوئی حواری بھی تھا تو انجیل اس کی لکھی ہوئی نہین بلکہ اس کی روایت کے مطابق بعد مین کسی نے لکھی اور وہ روایت کے لکھنے والے تک کس ذریعہ سے پہنچی یہ بھی بتایا نہین گیا خود اناجیل کے تناقض دکھاتے ہین کہ ان مین بہت تھوڑے سچ کے ساتھ بڑا حصہ جھوٹ کا ملا ہوا ہے۔ کاش اگر ان اناجیل کے مصنف روایت کا سلسلہ بنا دیتے تو ان متناقض بیانون مین سے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ ہمارے ہاتھ مین ہوتی۔ الغرض انجیلون کے متعلق یہ کہین سے ثابت نہین ہوتا کہ ان مین یسوع کے کلمات صحیح طور پر لکھے گئے ہین۔ اور اسلئے یہ کہنا کہ فلان فقرہ جو کسی انجیل مین پایا جاتا ہے واقعی وہ مسیح کے منہ سے نکلا تھا دعوے بے دلیل ہے کیونکہ خود عیسائی محققین کے نزدیک سب انجیلین اور خصوصاً یوحنا کی انجیل پایۂ اعتبار سے بالکل ساقط ہین اس لئے امر اول کا ثبوت عیسائی صاحبان کے ہاتھ مین یہ ہین کہ واقعی مسیح ؑ نے یہ کلمات منہ سے نکالے تھے +

اب دوسرا امر یہ ہے کہ اگر بفرض محال اسے مسیح کا دعوے ہی تسلیم کر لیا جاوے تو آیا فی الواقع اس نے جہانتک انجیلون سے یا واقعات مسلّمہ سے ثابت ہوتا ہے کوئی ایسا کام بھی کرکے دکھایا جو اسکے اس دعوے پر دلیل ٹھہر سکے سو ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہین کہ ان دونون ذریعون سے ایک ذرہ بھر بھی شہادت ہمین نہین ملتی جو ایسے دعوے کی موید ہو سکے۔ جسقدر حصہ مسیح کی زندگی کا اناجیل مین بیان کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تعلیم خود ان کے شاگردون کی پست خیالی اور کم فہمی اور دنیا طلبی کو دور نہین کر سکے اور مسیح کی گرفتاری کے وقت جو کچھ انہون نے اپنی بزدلی اور بد اعتقادی اور بیوفائی دکھلائی بلکہ بعض کی زبان پر بھی جو کچھ اس آخری وقت مین لعن طعن کے الفاظ حضرت مسیح کی نسبت جاری ہوئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ بڑے بڑے اور اعلیٰ درجہ کے فاضل مسیحیون نے حواریون کی ان

بیجا حرکات کو مسیحیونکے لئے سخت قابل شرم قرار دیا ہے پھر یہ خیال کرنا کہ حضرت مسیح روحانی قیامت تھے
اور ان مین داخل ہو کر روحانی مُردے زندہ ہوگئے کسقدر دور از صداقت ہے جو کچھ حضرت مسیح ؑ
کے پیروؤن نے آپ کی زندگی کیوقت اپنی استقامت اور ایمانداری کا نمونہ دکھلایا وہ تو ایک ایسا بدنمونہ
ہے کہ ضرور اُن مسیحیون پر جو بعد مین اب تک دُنیا مین آتے گئے اُسکا بد اثر پڑا ہوگا کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ
سکتا ہے کہ اگر حضرت مسیح ؑ سے درحقیقت معجزات ظہور مین آتے اور اعلےٰ درجہ کے عجائب کام اُن سے
ظاہر ہوتے تو اُنکے حواریون کا جو ایمان لاچکے تھے ایسا بد انجام ہرگز نہ ہوتا کہ بعض چند درم رشوت
لیکر انکو گرفتار کراتے اور بعض ان کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بھاگ جاتے اور بعض ان کے روبرو اُنپر
لعنت بھیجتے جنکے دلون مین ایمان رچ جاتا ہے اور جنکو نئی زندگی حاصل ہوتی ہے کیا اُن کے
یہی آثار ہوا کرتے ہین اور کیا وہ اپنے مخدوم اپنے آقا اپنے رہبر سے ایسی وفاداریان کیا کرتے
ہین اور حضرت مسیح کے الفاظ بھی جو انجیلون مین درج ہین دلالت کر رہے ہین کہ آپکے حواری اور
آپکے دنرات کے دوست اور رفیق اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ بکلی روحانیت سے خالی تھے اسی وجہ سے
حضرت مسیح علیہ السلام نے بعض کو ان مین سے سست اعتقاد کے لفظ سے پکارا ہے اور بعض کو شیطان
کے لفظ سے یاد کیا ہے اگر ہم حواریونکو الگ رکھکر اُن عیسائیون کے حالات پر نظر ڈالین جو بعد
انکے وقتاً فوقتاً آج تک پیدا ہوتے رہین تو ہمین ایک بھی ان مین سے نظر نہین آتا جو دُنیا اور نفس
کی قبر سے نکلکر نئی زندگی کی قیامت مین برانگیختہ ہو گیا ہو بلکہ وہ تمام نفسانیت کی تنگ و تاریک
قبرون مین مرے ہوئے اور سڑے ہوئے نظر آرہے ہین اور روحانی حیات کی ہوا اُنکو چھو بھی نہین
گئی وہ جانتے بھی نہین کہ خدا کون ہے اور اس کی عظمت اور قدرت کیا شے ہے اور کیونکر وہ
پاک دلونکو پاک زندگی بخشتا اور ان سے قریب ہو جاتا ہے وہ تو ایک عاجز انسان کو خدا قرار دیکر اور
بیوجہ اُسپر دوسرونکے گناہون کا بوجھ ڈالکر خوش ہو رہے ہین جاننا چاہئے کہ موت چار قسم کی ہوتی
ہے۔ غفلت کی موت گناہ کی موت شرک کی موت کفر کی موت سو یہ چارون قسمون کی موت عیسائی مذاہب
مین موجود ہے غفلت کی موت اسلئے کہ ان کی تمام قوتین دنیا کی آرایشون اور جمعیتون کے لئے خرچ ہو رہے
ہین اور خدا تعالےٰ مین اور ان مین جو حجاب ہین ان کے دور کرنیکے لئے ایک ذرہ بھی انہین فکر نہین اور
گناہ کی موت اگر دیکھنی ہو تو یورپ کی سیر کرو اور دیکھو کہ ان لوگون مین عفت اور پرہیزگاری اور پاکدامنی
کسقدر باقی رہ گئی ہے اور شرک کی موت خود دیکھتے ہو کہ انسان کو خدا بنا دیا اور خدا تعالےٰ کو بھلا دیا اور
اور کفر کی موت یہ کہ سچے رسول سے منکر ہو گئے اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی نسبت
یہ گمان کرنا کہ انہون نے روحانی مردون کے زندہ کرنے مین قیامت کا نمونہ دکھلایا سراسر خیال محال اور
دعوے بے دلیل ہے +

اس کے بالمقابل جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا نمونہ روحانی حیات کے بخشنے مین اس ذات کامل الصفات نے دکھایا جسکا مقدّس نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے سارا قرآن اول سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسول اسوقت بھیجا گیا کہ جب تمام قومین دنیا کی روح مین مرچکی تھین اور فساد روحانی نے برّ و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رسول پاک نے آکر نئے سرے سے دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔ یسوع کا جو کچھ دعوے انجیل یوحنا مین مذکور ہی قطع نظر اس بات سے کہ بے ثبوت ہونیکی وجہ سے وہ سخت تاریکی مین پڑا ہوا ہے ویسے بھی اسکے بالمقابل قرآن کریم کا دعوے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک نہایت باعظمت اور پرشوکت دعوے ہے اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے چمک رہا ہے۔ آپ کی ذات بابرکات کی نسبت قرآن کریم سورہ انفال مین فرماتا ہے۔ اذا دعاکم لما یحییکم۔ کہ یہ رسول تم کو بلاتا ہے کہ تمہین زندگی عطا کرے۔ یعنی شرک اور کفر اور گناہ کی موت سے نکالکر روحانی زندگی عطا فرماوے اور پھر بار بار فرماتا ہے کہ دنیا سب مرچکی تھی اور خدا تعالے نے اپنے نبی خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجکر دنیا کو از سر نو زندہ کیا جیسا کہ فرمایا اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ یعنی اس بات کو سن رکھو کہ زمین کو اسکے مرنیکے بعد خدا تعالے زندہ کرتا ہے اور اسی کیطرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جس مین آپ فرماتے ہین کہ انا الحاشر الّذی یحشر الناس علی قدمی۔ یعنی مین وہ مردونکو اٹھانیوالا ہون جس کے قدمون پر لوگ اٹھائے جاتے ہین ایسا ہی دوسری جگہ قرآن کریم مین فرمایا قل یا عبادی الّذین اسرفوا علے انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ الجزو ۲۴۔ سورہ زمر۔ یعنی کہہ اے میرے غلامو جنہون نے اپنے نفسون پر زیادتی کی ہے تم رحمت الہی سے ناامید مت ہو خدا تعالے سارے گناہ بخشدیگا (اور تمہین ایک نئی زندگی جو گناہ سے پاک ہے عطا فرمائے گا۔) اس جگہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بجائے یہ کہنے کے کہ قل یعباد اللہ۔ یعنی کہہ اے خدا کے بندو۔ یہ فرمایا کہ قل یا عبادی۔ یعنی کہہ اے میرے غلامو۔ یہ آیت اسلئے نازل ہوئی کہ تا خدائے تعالے بیشمار رحمتون کی بشارت دیوے اور جو لوگ کثرت گناہون سے روحانی طور پر مرچکے تھے انکو نئی اور پاک زندگی کی بشارت دیوے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اور آپ کی پیروی سے حاصل ہوسکتی تھی۔ اسی لئے لفظ یا عبادی کا بھی استعمال فرمایا کہ جو شخص نئی زندگی کا خواہان ہے اسے چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے طور پر غلام ہوجاوے یعنی آپ کی اطاعت مین ایسا محو ہوجائے کہ گویا غلام ہے تب گناہ کی موت کو اُس سے دور کرکے پاک زندگی جو ہر ایک خوف و حزن سے خالی ہے اسے عطا کیجاوے گی اور اس جگہ اپنی رحمتون کا ایک نمونہ بھی پیش کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ خدا تعالے کہانتک اپنے وفادار بندون کو انعامات خاصہ سے مشرف کرتا ہے۔ سو اس نے قل یا عبادی کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ میرا برگزیدہ بندہ کہ

کمال طاعت سے کس درجہ تک پہونچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اسکا ہی جو شخص نجات اور روحانی زندگی کا خواہاں ہی
وہ اسکا غلام ہوجائے اور اسی کے موافق یہ دوسری آیت قرآن شریف کی ہی قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم جسکا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی ہی
انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہی اور اسکے گناہ بخشدیئے جاتے ہین دونون آیتین از روئے مفہوم ایک ہی
ہین کیونکہ کمال اتباع اس محویت اور اطاعت تامہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم مین پائی جاتی ہے +

ماحصل ان آیتون کا یہ ہے کہ جو لوگ دل وجان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام بنتے
اور آپ کی پیروی اختیار کرتے ہین ان کو وہ نور ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائیگا کہ جو ان کو غیر اللہ سے
رہائی دیدیگا اور وہ گناہون سے نجات پاجاینگے اور اسی دنیا مین ایک نئی زندگی اور پاک زندگی ان کو
عطا کیجائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ وتاریک قبرون سے وہ نکالے جاوینگے پھر اسی کے مطابق آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرماتا ہے۔ وایّدھم بروح منہ یعنے انکو روح القدس
کے ساتھ مدد دی اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلونکو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہی
اور پاکیزہ قوتین اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیہ سے خدا تعالیٰ
کے مقام قرب تک پہنچادیتا ہے کیونکہ اسکے مقرب وہی ہین جو یقینی طور پر جانتے ہین کہ وہ ہے اور یقینی
طور پر جانتے ہین کہ اس کی قدرتین اور اس کی رحمتین اور اس کی عقوبتین اور اسکی عدالتین سب سچ
ہین اور وہ جمیع فیوض کا مبدا، اور تمام نظام عالم کا سرچشمہ اور تمام سلسلہ موثرات اور متاثرات کا علت العلل
ہے مگر متصرف بالارادہ جسکے ہاتھ مین کل ملکوت السموات والارض ہے اور یہ علوم جو مدار نجات
ہین یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہین ہوسکتے جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے
اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعوے ہے کہ وہ حیات روحانی صرف متابعت اس رسول کریم
سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اس نبی کریم کی متابعت سے سرکش ہین وہ مُردے ہین جن مین اس
حیات کی روح نہین ہے اور حیات روحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قوے ہین جو روح القدس
کی تائید سے زندہ ہوجاتے ہین اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ جن احکام پر اللہ جلشانہ انسان کو
قائم کرنا چاہتا ہے وہ چھ سو ہین ایسا ہی اس کے مقابل پر جبرائیل ع کے پر بھی چھ سو ہین اور بیضہ بشریت
جبتک چھ سو حکم کو سر پر رکھ کر جبرائیل کے پرونکے نیچے نہ آوے اس مین فنافی اللہ ہونیکا بچہ پیدا نہین
ہوتا اور انسانی حقیقت اپنے اندر چھ سو بیضہ کی استعداد رکھتی ہے پس جس شخص کا چھ سو بیضہ استعداد جبرائیل
کے چھ سو پر کے نیچے آگیا وہ انسان کامل اور یہ تولد اسکا تولد کامل اور یہ حیات حیات کامل ہی اور غور کی نظر سے
معلوم ہوتا ہے کہ بیضہ بشریت کے روحانی بچے جو روح القدس کی معرفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کمیت اور کیفیت اور صورت اور نوع اور حالت مین تمام انبیا کے

بچون سے اتم اور اکمل ہین اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس یعنے تم سب امتون سے بہتر ہو جو لوگون کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہوا ور درحقیقت جس قدر قرآنی تعلیم کے کمالات خاصہ ہین وہ اس امت مرحومہ کے استعدادی کمالات پر شاہد ہین کیونکہ اللہ جلشانہ کی کتابین ہمیشہ اسی قدر نازل ہوتی ہین جس قدر اس امت مین جو تعمیل کتاب کی مکلّف ہے استعداد ہوتی ہے مثلاً انجیل کی نسبت تمام محققین کی یہ رائے ہے کہ اس کی تعلیم کامل نہین ہے اور وہ ایک ہی پہلو پر چلی جاتی ہے اور دوسرے پہلو کو بکلی چھوڑ رہی ہے لیکن دراصل یہ قصور ان استعدادونکا ہے جنکے لئے انجیل نازل ہوئی تھی چونکہ خدا تعالے نے انسانی استعدادونکو تدریجاً ترقی دی ہے اس لئے اوایل زمانون مین اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہین کہ جو غبی اور پلید اور کم عقل اور کم فہم اور کم دل اور کم ہمت اور کم یقین اور پست خیال اور دنیا کے لالچون مین پھنسے ہوئے تھے اور دماغی اور دلی قوتین ان کی نہایت ہی کمزور تھین مگر ان زمانونکے بعد ہمارے سیّد و مولے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ آیا جسمین رفتہ رفتہ استعدادین ترقی کر گئین گویا دنیا نے اپنے فطرتی قوے مین ایک اور ہی صورت بدل لی پس ان کی کامل استعدادون کے موافق کامل تعلیم نے نزول فرمایا+

اب اگر عملی طور پر اسکا ثبوت چاہو تو صرف اتنا سوچنا کافی ہے کہ جزیرہ عرب کے لوگ اول کیا تھے اور پھر اس رسول کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلے درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس صدق و صفا سے انہون نے اپنے ایمان کو اپنے خونون کے بہانے سے اور اپنی جانونکے فدا کرنے اور اپنے عزیزونکے چھوڑنے اور اپنے مالون اور عزتون اور آرامون کو خدا تعالے کے راہ مین لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور انکا صدق اور اپنے پیارے رسول کی راہ مین اُنکی جانفشانی ایک اعلے درجہ کی کرامت کے رنگ مین اس کو نظر آئیگی وہ پاک نظر ان کے وجودون پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہون نے فنافی اللہ ہو کر صدق اور راستبازی کے وہ کام دکھلائے جسکی نظیر کسی قوم مین ملنا مشکل ہے اور جو کچھ انہون نے عقائد کے طور پر حاصل کیا تھا وہ یہ تعلیم نہ تھی کہ کسی عاجز انسان کو خدا مانا جائے یا خدا تعالے کو بچونکا محتاج ٹھہرایا جاوے بلکہ انہون نے حقیقی خدا ذوالجلال کو جو ہمیشہ سے غیر متبدل اور حیّ قیّوم اور ابن اور اب ہونے کی حاجات سے منزّہ اور موت اور پیدایش سے پاک ہے بذریعہ اپنے رسول کریم کے شناخت کر لیا تھا اور وہ لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکلکر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہریک نے ایک تازہ زندگی پالی تھی اور اپنے ایمانون مین ستارون کی طرح چمک اٹھے تھے سو درحقیقت ایک ہی کامل انسان دنیا مین آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مردون اور ہزارون برسون کے عظم رمیم کو زندہ کر دکھلایا اسکے آنیسے قبرین کھل گئین اور بوسیدہ ہڈیون مین

جان پڑ گئی اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جسکے قدموں پر ایک عالم قبروں میں سے نکل آیا اور بشارت ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا تمام جزیرہ عرب پر اثر انداز ہو گئی اور پھر اس قیامت کا نمونہ صحابہ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس خداوند قادر قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اُس کے سچے تابعداروں میں رکھدیں اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسان کے صحابہ کو دیا گیا تھا آنیوالے متبعین اور صادق الاخلاص... لوگوں کو بھی ملیگا جیسا کہ اس نے فرمایا ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم یعنے وہ رحیم خدا وہ خدا ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسول جو ان کی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کریگا جو انہیں میں سے ہو جائینگے اور انہیں کے کمالات پیدا کرلینگے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں اور خدا غالب ہے اور حکمت والا اس جگہ یہ نکتہ یاد رہے کہ آیت وآخرین منھم میں آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت معہ اپنے الفاظ مقدرہ کے یوں ہے ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویعلم الآخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنے ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور بھی ہیں جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائینگے یعنے وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئینگے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اور مذہب اسلام بہت سی غلطیوں اور بدعتوں سے پُر ہو جائیگا اور فقرا کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہیگی تب [illegible] اللہ تعالے کسی نفس سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف ... نبی کریم کی روحانیت کی تربیت سے کمال روحانی تک پہنچاویگا اور اسکو ایک گروہ بنائیگا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کریگا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی زراعت ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیضان انمیں جاری و ساری ہوگا اور صحابہ سے وہ ملینگے یعنے اپنے کمالات کے رو سے انکی مشابہ ہو جائینگے اور ان کو خدا تعالے کے فضل و کرم سے وہی موقعہ ثواب حاصل کرنیکے حاصل ہو جائینگے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے اور بباعث تنہائی اور بیکسی اور پھر ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالے کے نزدیک صادق سمجھی جائیگی کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور فتنوں اور بے ایمانی

کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازون کو وہی مشکلات پیش آجائینگی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھین اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانیکے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہونگے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس مین بباعث رعب اور شوکت اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور انکے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے لوگونپر غربت طاری ہوجائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا بلاؤنکے مقابلہ پر انکے لئے نہ ہوگا *

اب اس تمام تقریر کو مختصر کرکے ہم پھر کہتے ہین کہ اگر اس فقرہ کو صحیح بھی سمجھا جائے کہ حضرت مسیح نے ضرور یہ دعوے کیا تھا کہ قیامت اور زندگی مین ہون تو اس سے کچھ حاصل نہین کیونکہ ایسا دعوے جو اپنے ساتھ اپنا ثبوت نہین رکھتا کسی کے لئے موجب فضیلت نہین ہوسکتا اگر ایک انسان ایک امر کی نسبت دعوے تو نہ کرے مگر وہ امر کر دکھائے تو اس دوسرے انسان سے بدرجہا بہتر ہے کہ دعوے تو کرے مگر اثبات دعوے سے عاجز رہے انجیل خود شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیح کا دعوے اورون کی نسبت تو کیا خود حواریون کی حالت پر نظر ڈالنے سے ایک معترض کی نظر مین سخت قابل اعتراض ٹھہرتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے حواریون کو بھی نفسانی قبرون مین ہی چھوڑ گئے اور جب ہم حضرت مسیح کے اس دعوے کو حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے مقابلہ کرتے ہین تو اس دعوے اور اس دعوے مین ظلمت اور نور کا فرق دکھائی دیتا ہے حضرت مسیح کا دعوے عدم ثبوت کے ایک تنگ و تاریک گڑھے مین گرا ہوا ہے اور کوئی نور اپنے ساتھ نہین رکھتا لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوح کا فیض جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ مین بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر مین سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اسکو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اسکے ظاہر ہوتے ہین اور آسمانی مددین اور سماوی برکتین اور روح القدس کی خارق عادت تائیدین اسکے شامل حال ہوجاتی ہین اور وہ تمام دنیا کے انسانون مین سے ایک متفرد انسان ہوجاتا ہے یہان تک کہ خدا تعالے اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرار خاصہ اُسپر ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے حقایق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس مین نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتین اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس مین رکھدیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اُسکو بنا دیتا ہے اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اسکے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہین اور پوشیدہ بھید اسپر آشکار کئے جاتے ہین اور خدا تعالے ایک عظیم الشان تجلّی

اس پر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤن مین اور اپنی قبولیتون مین اور فتح ابواب معرفت مین اور انکشاف اسرار غیبیہ مین اور نزول برکات مین سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس زمانے مین بھی خدا تعالے نے اسلام مین ایک انسان ایسا پیدا کیا ہے جو ان تمام صفتون سے موصوف ہے اور جو ہزارون دفعہ تمام مخالفین پر اتمام حجت کر چکے ہین کہ اگر کسی کا یہ دعوے ہو کہ روحانی حیات بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے وہ اس کا مقابلہ کرے یا طالب حق بن کر اسلام کی برکات اور آیات اور نشانون کے مشاہدہ کے لئے آوے لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اسطرف رخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی مین گرے ہوئے ہین +

اور یہ اعتراض سراسر حماقت ہے کہ یہ کہا جائے کہ مسلمانون مین بھی ایسے لوگ موجود ہین جو گناہون مین غرق ہین ان کے روحانی امراض کیون دور نہ ہوئے اور یہ لوگ کیون قبرون مین سے نہ نکلے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کیطرف سے اپنے گھر کے کواڑ بند کر کے ایک تاریک گوشہ مین بیٹھ جائے تو اگر اس تک آفتاب کی روشنی نہ پہنچے تو یہ آفتاب کا قصور نہین بلکہ خود اس شخص کا قصور ہے جسنے ایسا کیا ماسوا اسکے اگرچہ یہ لوگ کیسے ہی محجوب اور دور از حقیقت ہین مگر پھر بھی علانیہ توحید کے قائل ہین کسی انسان کو خدا نہین بناتے اور بہ برکت توحید اپنے اندر ایک نور بھی رکھتے ہین اور کسی قدر زندگی کی حرارت انمین موجود ہے۔ اسلئے ہم انہین کہہ سکتے ہین کہ وہ بالکل مر گئے اگرچہ خطرناک حالت مین ہین اگر کوئی عیسائی یا ہندو ہماری طرف سے منہ پھیر کر ایسی نکتہ چینی کرے تو وہ سخت متعصب یا سخت نادان ہی باغ مین کانٹون کا ہونا بھی ضروری ہی جہان پھول ہین کانٹے بھی ہونگے مگر فرقہ مخالفہ مین تو سراسر کانٹون کا ہی انبار نظر آتا ہی عیسائیون کی یہ سراسر بیہودہ باتین ہین کہ مسیح روحانی قیامت تھا اور مسیح مین ہو کر ہم جی اٹھے حضرات عیسائی خوب یاد رکھین کہ مسیح ؑ کا نمونہ قیامت ہونا سر مو ثابت نہین اور نہ عیسائی جی اٹھے بلکہ مردہ اور سب مردون سے اول درجہ پر اور تنگ و تاریک قبرون مین پڑے ہوئے اور شرک کے گڑھے مین گرے ہوئے ہین نہ ایمانی روح ان مین ہی نہ ایمانی روح کی برکت بلکہ ادنے سے ادنے درجہ توحید کا جو مخلوق پرستی سے پرہیز کرنا چاہئے وہ بھی انکو نصیب نہین ہوا اور ایک اپنے جیسے عاجز اور ناتوان کو خالق سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہین۔ یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہین سب سے ادنے درجہ یہ ہی کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کرین نہ پتھر کی نہ آگ کی نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی دوسرا درجہ یہ ہی کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گرین کہ گویا ایک قسم کا انکو ربوبیت کے کارخانہ مین مستقل دخیل قرار دین بلکہ ہمیشہ مسبب پر نظر رہے نہ اسباب پر تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلیات الٰہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر ایک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دین اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی غرض ہر ایک چیز نظر مین فانی دکھائی دے بجز اللہ تعالے کی ذات کامل الصفات کے یہی روحانی زندگی ہی کہ یہ مراتب ثلثہ

توحید کے حاصل ہو جائیں اب غور کرکے دیکھ لو کہ روحانی زندگی کے تمام چاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل دنیا میں آئے ہیں یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالےٰ کے روشن نشان انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں اور کوئی نہیں کہ انکا مقابلہ کر سکے

الیسن اور الف میم کے مضامین عصمت انبیاء پر

عصمت انبیاء کے مضمون پر مفصل بحث ہم اس پرچہ کے مختلف نمبروں میں کر چکے ہیں لیکن خواہ کسیقدر دلائل دئے جاویں عیسائی مناظرین کے نزدیک وہ کبھی کافی نہیں ہو سکتے اس سے پہلے ہم فروری گذشتہ کے پرچے میں پادری مانرو کے اعتراضوں کا جو اس نے حضرت آدمؑ کے ممنوع درخت سے پھل لینیکے متعلق کئے تھے جواب دے چکے ہیں لیکن اس وقت دو مضمون اور دو مختلف آدمیوں کیطرف سے اسی مضمون پر شایع ہو کر ہمارے پاس پہونچے ہیں یعنی ایک پادری الیسن کا مضمون حضرت آدم اور داؤدؑ پر۔ اور دوسرا ایک شخص الف میم کا مضمون مسئلہ عصمت پر عموماً اور حضرت آدمؑ پر خصوصاً معلوم ہوتا ہے کہ پادری الیسن نے ہمارے اصل مضامین کو نہیں پڑھا ورنہ وہ یہ بات نہ لکھتا کہ مرزا صاحب قادیانی نے بڑی جرأت سے یہ لکھا ہے کہ اس مضمون کے متعلق معتبر اور مستند کتابیں صرف امام رازی کی تفسیر اور لسان العرب جو دس جلدوں میں (۹) عربی لغت کی کتاب ہے ہیں۔ چونکہ مسٹر الیسن پادری کا کام کرتے ہیں اس لئے اگر انہوں نے بغیر اصل مضمون کے پڑھنے کے ہی اس کی تردید بھی لکھدی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ ہم نے (نہ مرزا صاحب نے کیونکہ مضامین زیر بحث حضرت مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہیں) یہ صاف طور پر لکھا تھا کہ ہم صرف قرآن کریم کو ہی سند مانتے ہیں اور تفسیروں کو کوئی مسلمان بھی کلام الٰہی یا وحی الٰہی نہیں مانتا اور امام رازی کا حوالہ بعض جگہ صرف ان بیہودہ قصوں کی تردید کے لئے دیا تھا جو عیسائی مناظرین اس رنگ میں پیش کیا کرتے ہیں کہ گویا وہ معتبر اور محقق مفسرین کے نزدیک صحیح اور مسلم ہیں اور لسان العرب کا حوالہ صرف بعض الفاظ کے معانی کے لئے دیا گیا لیکن یہ ہم نے کہیں نہیں لکھا کہ اسکے سوائے باقی کل کتابیں ناقابل اعتبار ہیں۔

الف میم ابتدائے مضمون میں اس جرأت کے ساتھ جو صرف پادری صاحبان سے ہی مخصوص ہے لکھتا ہے کہ "عیسائی اپنی کتب مقدسہ کی بنیاد پر ہمیشہ اس بات کے قائل ہیں کہ بجز مسیح کلمۃ اللہ کے جو پاک بے ریا بے عیب گنہگاروں سے جدا اور آسمانوں سے بلند ہے (عبرانی ۷/۲۶) ہر انسان نبی ہو یا

دلی کبھی نہ کبھی اپنے خدا کی حکم عدولی کر کے گنہ گار اور عاصی ہو گیا" اور آگے چلکر امام رازی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے بعض فرقوں یا بعض مسلمان متکلمین نے عصمت انبیاء کا انکار کیا ہے اور یہی لوگ اسکے نزدیک "محققین ہین"۔ لیکن ان محققین نے حضرت عیسے کو بھی مستثنے نہین کیا۔ اور جیسا وہ دوسرے انبیاء کو معصوم نہین مانتے ویسا ہی مسیح کو بھی معصوم نہین مانتے۔ اس لئے ان فرضی "محققین" کی رائے اگر ہمارے خلاف ہے تو الف میم کی بھی اس سے تائید نہین ہوتی کیونکہ اس نے اپنی کتاب کا ایک باب اس امر کے ثابت کرنیکے لئے مخصوص کیا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے مسیح معصوم ہے لیکن اس حصہ مضمون پر بالفعل ہم کچھ گفتگو کرنا نہین چاہتے ہم نے کبھی اس امر سے انکار نہین کیا بلکہ "عصمت انبیاء پر پادری مانرو کے رسالے" کے عنوان کے نیچے جو مضمون لکھا تھا اسکے ابتدا مین ہی صاف طور پر لکھدیا تھا کہ مسلمانون مین ایسے لوگ بھی ہوئے ہین جنہون نے عصمت انبیاء سے انکار کیا ہے لیکن تاہم ابتدائے اسلام سے اسلامی دنیا کے اکثر حصے کا مذہب عصمت انبیاء ہی رہا ہے لیکن اگر مسلمانون کے اندر کسی فرقہ یا متکلم نے عصمت انبیاء سے انکار کیا ہے (جن مین حضرت مسیح بھی شامل ہین) تو عیسائیت بھی ایسے فرقون اور متکلمین سے خالی نہین جنہون نے یا تو یسوع کی عصمت کا انکار کیا ہے اور یا یسوع کی طرح دوسرے انبیاء اور صلحاء کو معصوم مانا ہے۔ الف میم اس واقعہ کو چھپانا چاہتا ہے (شاید مسیح کے خون نے ان باتون کو اسکے لئے جائز کر دیا ہے) اور اس لئے جب مسیح کی عصمت کے متعلق وہ عیسائیونکے عقیدہ کو بیان کرتا ہے تو ایسے الفاظ مین لکھتا ہے جنسے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام عیسائی فرقے بلا اختلاف اس بات پر متفق رہے ہین کہ یسوع بیگناہ تھا اور دوسرے تمام نبی گنہ گار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسکی اس خلاف بیانی کی تردید ضروری سمجھتے ہین +

عیسائی مذہب کا فرقہ بسیلائڈ یسوع کی عصمت کا منکر رہا ہے اور وہ اسکو گناہ سے پاک نہ سمجھتے تھے ایک اور فرقہ ابیونایٹ کا اعتقاد یہ تھا کہ عیسائی مذہب کا بانی حضرت موسےؑ اور دوسرے انبیاء یا دوسرے مذاہب کے بانیون کی مانند ہی تھا اور کوئی خاص امتیاز اسے حاصل نہ تھا یہ کوئی معمولی چھوٹا سا فرقہ نہ تھا بلکہ ابتدائے عیسویت سے اکثر یہودی جو عیسائی مذہب کو اختیار کرتے رہے وہ اس فرقہ کے ممبر تھے اور ایک مدت تک اس فرقہ کا غلبہ رہا۔ ابیلارڈ کا یہ خیال تھا کہ یسوع مین انسانی کمزوری کے اصل نقص موجود تھے جو معنے اسکے چاہو کر و سفر قہ پلیگین اس بات کا انکار کرتا تھا کہ آدم کا گناہ بطور ورثہ کے آگیا اور پلیگیس کی یہ تعلیم تھی کہ جو انسان دنیا مین آتا ہے وہ پاک ہوتا ہے اور گناہ صرف ایک عارضہ ہے اور اسی اعتقاد کی بھی وہ تعلیم دیتا تھا کہ دنیا مین بہت انسان ایسے ہو چکے ہین جو اپنی اخیر زندگی تک گناہ سے پاک رہے چنانچہ پولوس کے خط بنام عبرانیون کی تفسیر کرتے ہوئے وہ مثال کے طور پر ہابیل۔ اسحاقؑ اور یعقوب کے نام لیتا ہے کہ یہ معصوم تھے۔ اسکے بعد عیسائیت کے فرقہ رومن کیتھولک پر غور کرو جو کئی صدیون تک

عیسائی دنیا کا مذہب رہا ہے اور جس مین اب بھی قریبًا نصف عیسائی دنیا شامل ہے۔ اس فرقہ کے اعتقاد کے رو سے مریم بھی بیگناہ پیدا ہوئی اور یسوع کی طرح پیدائشی اور حقیقی گناہ سے پاک تھی۔ پھر رومن کیتھولک اس امر کے قائل ہین کہ پوپ بہ سبب پطرس کے جایز جانشین ہونیکے خطا سے محفوظ ہین بلکہ بعض نے پطرس کو شفیع بھی مانا ہے اگرچہ یسوع نے اسکو باوجود اسکے کہ وہ اسکے دعوے مسیح موعود کو تسلیم کرتا تھا شیطان ہی کہا ہے۔ پھر عیسائیت کا فرقہ موحدین لو جنکے عقائد اصل عیسائیت سے بہت ملتے جلتے ہین ان کی یہ تعلیم ہے کہ یسوع امتحانون اور غلطیون سے بتدریج پاک ہوا اور ایسا ہی یہ بھی کہ سب صادق انسان دنیا کی سب سے بڑی امیدون کو پورا کرنے کے باعث مسیح ہی ہوتے ہین اور کمال کیطرف جو دنیا کی کوشش ہے اس کے موید ہونیکے سبب سے وہ شفیع بھی ہوتے ہین۔ الف میم کو چاہیئے کہ غور کرے کہ عیسائیت کے اس عظیم الشان اختلاف کے بالمقابل چند یک اسلامی فرقون کا عقیدہ عصمت کو نہ ماننا کیا وقعت رکھتا ہے۔ ہان ان سب سے الف میم یہ کہکر پیچھا چھوڑا سکتا ہے کہ انکے نزدیک ایسے عقیدے والے لوگ سب مرتد تھے اور اسلئے اب ہم اس امر ان لوگون کی شہادت پیش کرتے ہین جن پر کفر کا فتوے دیتے وقت الف میم کو ذرا احتیاط سے کام لینا پڑے ان مین سے اول پولوس ہے جو یسوع سے بھی بڑھ چڑھ کر ایک آدمی کو پیش کرتا ہے عبرانیون ۶ مین وہ لکھتا ہے کہ یسوع ملک صدق کے طور پر کاہن بنایا گیا ہے اور پھر لکھتا ہے کہ "یہ ملک صدیق سلیم کا بادشاہ خداتعالے کا کاہن تھا جس نے ابراہام کا جب وہ بادشاہون کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اسکے لئے برکت چاہی جسکو ابراہیم نے سب چیزون کی دہیکی دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنونکے موافق راستی کا بادشاہ ہے اور پھر شالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جسکے نہ دنون کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے" (عبرانیون ۷) یہ آدمی یقینًا یسوع سے بھی بڑھکر ہے۔ یسوع کو تو مان کیطرف سے کچھ نہ کچھ گناہ کا حصہ ملا ہوگا مگر ملک صدق کا نہ باپ تھا اور نہ ماں اور اسی لئے وہ راستی کا بادشاہ اور سلامتی کا بادشاہ اور گناہ سے بالکل پاک ٹھہرا۔ پھر وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور موت کا اسپر قابو نہین اسلئے حقیقی یا موروثی گناہ بھی اس کی طرف منسوب نہین ہو سکتا کیونکہ گناہ ہوتا تو موت بھی ضرور آتی۔ حالانکہ یسوع پر موت بھی واقع ہوئی اور یسوع کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ ملک صدق کے طور پر کاہن بنایا گیا۔ اسکے بعد لوقا کی شہادت کو جو وہ ذکریا اور اس کی عورت کے حق مین دیتا ہے "وے دونون خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکمون اور قانونونپر بے عیب چلنے والے تھے" (لوقا ۱) یہ آیت اُن عیسائیون کو جھوٹا ٹھہراتی ہے جو کہا کرتے ہین کہ کوئی شخص خدا کے سارے حکمون اور قانونون پر نہین چل سکتا اور کہ سوائے یسوع مسیح کے کوئی بے عیب نہین۔ پھر یہی مصنف (جو عیسائیونکے نزدیک الہامی مورخ ہے) ان دونون راستبازون کے بیٹے کی نسبت لکھتا ہوا کہتا ہے "وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا

اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ ہی پیئے گا اور اپنی ماں کے پیٹ سے ہی روح القدس سے بھر جائیگا اور بنی اسرائیل
میں سے بہتوں کو ان کے خداوند کیطرف پھیرے گا" لوقا ۱/۱۵-۱۶ عجیب بات یہ ہے کہ یسوع بھی ان لوگوں
میں سے تھا جنہیں یوحنا نے انکے خداوند کیطرف پھیرا - اب غور کرو کہ یسوع پر تو تیس سال کی عمر میں
روح القدس نازل ہوتا ہے اور اسی لئے اس کی عصمت کو اگر مانا جائے تو اسی وقت سے مانی جا سکتی
ہے لیکن یوحنا پر روح القدس ان کے پیٹ میں ہی اترا اسلئے تمام سچے عیسائیوں کو چاہئے کہ اسے ابتدا سے
ہی معصوم مانیں لیکن اناجیل کے ان بیانات کے عین برعکس - الف ہیم یہ بے بنیاد دعوے کرتا ہے
کہ یسوع مادر زاد نبی تھا - روح القدس کے نازل ہونے سے پہلے وہ کیونکر نبی ہو گیا کیونکہ روح القدس
کے نازل ہونیکے بغیر نبوت نہیں مل سکتی - اور اسلئے "مادر زاد نبی" کا خطاب یسوع پر تو کسی حالت میں
چسپاں ہو ہی نہیں سکتا اسکا مستحق اگر ہے تو یوحنا ہے جسنے یسوع کو بپتسمہ دیا اور جس پر ماں کے پیٹ
میں ہی انجیلوں کی شہادت کے مطابق روح القدس نازل ہوا - مرقس بھی یوحنا کی شہادت دیتا ہے
کیونکہ وہ کہتا ہے کہ "ہیرودیس یوحنا کو بڑا راستباز اور مقدس جانکر اس سے ڈرتا تھا" (مرقس ۶/۲۰) یہاں
بھی یوحنا کے بیگناہ ہونیکا صاف طور پر اقرار ہے اور چاروں انجیلوں میں ایک بھی آیت ایسی نہیں
جس سے اسکے برخلاف کوئی نتیجہ نکل سکے بلکہ جب اس واقعہ پر غور کیا جاوے کہ یوحنا نے بہت سارے
یہودیوں کو جن میں یسوع بھی شامل تھا بپتسمہ دیکر برکت دی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت
میں سب سے بڑا راستباز تھا - اور یسوع سے بھی افضل درجہ پر اس کی عصمت تھی - یہ سب کچھ صرف
انجیلوں کی بنیاد پر ہے +

پولوس لوقا اور مرقس تو یہ شہادت دیتے ہیں لیکن اسکولیں بشت ڈالکر الف ہیم جرأت سے
یہ بیان کرتا ہے کہ یسوع ناصری کے سوا باقی کل کے کل دنیا کو عیسائی گنہگار مانتے ہیں بلکہ وہ یہ دعوے
بھی کرتا ہے کہ یہودی بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ وہ لکھتا ہے "جسطرح اہل کتاب نے اپنی کتب آسمانی
کی بنیاد پر عصمت انبیاء سے عموماً انکار کیا اسی طرح اہل اسلام کے درمیان بھی محققین گذر چکے" وغیرہ -
اہل کتاب میں یہود اور نصاریٰ دونوں شامل ہیں اور اگر مصنف کا اس عبارت سے یہ منشا نہ بھی ہو
تاہم اس امر کا دیکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہود کا عقیدہ کیا تھا کیونکہ اصل عقیدہ وہی ہے اور عیسائیوں نے
صرف یسوع کو خدا بنانیکے لئے یہ عقیدے گھڑے ہیں اور اسواسطے ان عقیدوں کی ان کی اپنی مسلم کتابوں
میں تردید پائی جاتی ہے اسلئے اب بڑے حصہ عیسائی دنیا کے مذہب اور ان کی کتب مقدسہ پر غور کرنیکے
بعد ہم یہودیوں کا اعتقاد دیکھتے ہیں - یہ امر قابل غور ہے کہ یہودی ایک ایسے مسیح کے منتظر تھے جو ان کے
گذشتہ انبیاء کی مانند ہو - اسکا آنا موسوی شریعت کے خادم کے رنگ میں تھا اور اس لئے وہ خادم ہونیکی
حیثیت میں اپنے آقا بنی اسرائیل کے عظیم الشان شارع اور نجات دہندہ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تھا -

اور ایسی فضیلت اسکو دینا کوئی یہودی روا نہ رکھ سکتا تھا۔ یہود کے اعتقاد مین حضرت موسےٰ سے مسیح کا درجہ کم درجہ
پر ہوتا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ اسکے آنیکا بڑا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو دوسرے لوگونکی
غلامی سے نجات دے۔ اگرچہ یسوع نے اتنا بھی نہ کر دکھایا لیکن حضرت موسےٰ نہ صرف انکے نجات
دہندہ تھے بلکہ انکے شارع بھی تھے جنکے پیچھے ہر پیغمبر چلتا تھا اور جن کی شریعت کے مضامین کو وہ عمل
کرتا تھا۔ اب جب عیسائیونکا یہ دعوے ہے کہ جو پیشگوئیان مسیح کے متعلق ہین وہ مسیح کو معصوم قرار
دیتی ہین تو اسکا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ دوسرے انبیار بھی یہود کے نزدیک معصوم تھے ابتدائی عیسائیون
کی شہادت سے جو مسیح کے متعلق صحیح عقیدے پر قائم تھے جیسا کہ وہ یہودیون کے درمیان چلا آتا تھا۔
اور ان فرقون کی شہادت سے جو ابتدائی عیسائیون کے عقائد کے مطابق قائم ہوئے اس نتیجہ کی جو اوپر
بیان کیا گیا ہے کھلی کھلی تائید ہوتی ہے اور اسکے متعلق حوالجات ہم اوپر دے چکے ہین ان امور کے علاوہ
یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہودی ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال روا نہ رکھ سکتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور موسےٰ
اور انکے دوسرے بڑے بڑے انبیار گنہگاری کیحالت مین اس دنیا سے گذر جائین اور انکو گناہون سے
پاک کرنیکے لیے مسیح انکے پیچھے آوے بلکہ مسیح کے آنے کی امید بھی صاف صاف الفاظ مین حضرت موسےٰ
کے بہت مدت بعد یہودیونکو دی گئی جبکہ وہ مصائب کے نیچے پیسے جارہے تھے اور ایسے وقت مین پیشگوئیان
کی گئین کہ ایک ایسا نبی آوے گا جو انکو غیر قومون کی غلامی اور حکومت سے نجات دیگا کوئی سمجھدار آدمی
ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ شیثؑ نوحؑ ابراہیمؑ اسحاقؑ یعقوبؑ موسےٰؑ اور دوسرے
مقدس نبی جنہون نے مسیح کے آنے کی کبھی کوئی پیشگوئی نہین کی اور نہ کبھی اپنی امتونکو یہ تعلیم دی کہ خدا
انسان بن کر آسمان سے اتریگا وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی نجات ایک شخص کی پھانسی سے ہوگی
جو ہزارہا سال بعد آنیوالا ہے۔ جو پیغمبر آتا رہا وہ خدا کا حکم لوگونکو پہونچاتا رہا اور یہی تعلیم انکو دیتا رہا کہ نجات
اور گناہ کی غلامی سے آزادی صرف احکام الٰہی پر چلنے سے مل سکتی ہے اور سچی پاک زندگی ان ہی شعائر
کے طریقون پر چلنے سے حاصل ہوسکتی ہے جو خدا تعالے نے انکے ذریعہ ظاہر کئے ہین۔ ایک بھی فقرہ
صحف انبیار مین ایسا نہین بتایا جاسکتا جس مین کسی نبی نے اپنی امت کو یہ بھی کہا ہو کہ خواہ وہ شریعت
کے سارے حکمونکو پورا کرین اور اللہ تعالے کی پوری پوری اطاعت اختیار کرین تاہم ایک حصہ انکے
گناہون کا ایک انسان یسوع کی خاطر باقی رکھ لیا جاوے گا اور اس لئے نفس کی کامل پاکیزگی سے انہین
بالکل مایوس رہنا چاہئے جبتک کہ وہ انسان دنیا مین ظاہر نہ ہو۔ نہ ہی کبھی کسی نبی نے یہ کہا کہ خدا
کے احکام کے پورا کرنے کی انسان کو طاقت نہین دیگئی بلکہ برعکس اس کے اللہ تعالے اسرائیلیونکو یون
فرماتا ہے "تاکہ تم میرے سب حکمون کو یاد کرو اور انکو عمل مین لاؤ اور اپنے خدا کے لئے مقدس ہو" (گنتی ۱۵ ⁄ ۴۰)
جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سب حکمونپر عمل کرسکتے اور خدا کے نزدیک مقدس ٹھہر سکتے تھے اسلئے

اگر انبیاء علیہم السلام نے یہ تعلیم دی جیسا کہ واقعی انہوں نے دی کہ سچی پاکیزگی صرف ان احکام کی پورے طور سے پیروی کرنے سے مل سکتی تھی جو اللہ تعالے نے انکے ذریعہ لوگوں کو دئے تھے تو مسیح کی بےنظیر عصمت تاکہ وہ دنیا کے گناہوں کو جو ایک پاک اور الٰہی شریعت سے دور نہ ہو سکے اٹھالے ایک سراسر لغو اور باطل خیال ٹھہرتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام یہ جانتے تھے کہ بڑے سے بڑا کام جو وہ کر سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ لوگوں کو نیم فرشتے اور نیم شیطان بنادیں تو وہ اپنی امتوں کو کبھی نو ایسا کہدیتے اور پھر ایسی حالت میں جب کوئی انسان بھی بدکاری سے خالی نہیں تھا تو مومن اور غیرمومن میں خدا نے یہ فرقان کیوں قائم کیا کہ ایک فریق کو تو آسمان سے مدد بھیجی اور اپنی نصرتیں ان کے شامل حال کیں اور دوسرے فریق کو سزاؤں میں مبتلا کیا اور اسی دنیا میں ان کو ذلیل و خوار کیا۔

پھر ایک اور پہلو اس سوال کا ہے یوحنا ۹/۱۶ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ "کیونکر ہو سکتا ہے کہ گنہگار انسان ایسے معجزے دکھائے" اور پھر آگے چلکر اسی مباحثہ کی اثنا میں یہ کہا گیا ہے کہ "ہم جانتے ہیں کہ خدا گنہگاروں کی نہیں سنتا پر اگر کوئی خداپرست ہو اور اس کی مرضی پر چلے تو اس کی وہ سنتا ہے" یوحنا ۹/۳۱۔ ان آیات سے یہود کے اعتقاد کا واضح طور پر پتہ ملتا ہے۔ کوئی گنہگار معجزے نہیں دکھا سکتا اور نہ اللہ تعالے کسی کی سنتا ہے جبتک وہ اس کی مرضی کی راہوں پر نہ چلے اگر یہود اپنے انبیاء کو گنہگار سمجھتے تو وہ ان کی طرف معجزات کو منسوب نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کے صحایف زبردست معجزات سے بھرے پڑے ہیں جو انہوں نے دکھلائے اس نتیجہ کو کہ گنہگار معجزات نہیں دکھا سکتا عیسائیوں کو بھی ماننا پڑیگا کیونکہ جس آدمی کا یوحنا نویں باب میں ذکر ہے اس نے مسیح کے دعوے کو اسی دلیل پر تسلیم کیا تھا کہ وہ معجزات دکھاتا ہے اور گنہگار معجزات نہیں دکھا سکتا۔ اگر اس نے اس دلیل پر یسوع کا دعوے تسلیم کرنے میں غلطی کی تو دوسرے لوگ جنہوں نے مسیح کے دعوے کو تسلیم کیا انہوں نے بھی ایسی ایسی غلطیوں سے ہی تسلیم.... کیا ہوگا۔ اور اس طرح پر یہ ماننا پڑے گا کہ مسیح کو جن لوگوں نے قبول کیا وہ سب کسی نہ کسی غلطی میں پڑکر گمراہ ہو گئے تھے اور نہ ہی اس دلیل پر کہ معجزات جھوٹے نبی بھی دکھا سکتے ہیں اور شیطان کے توسل سے بھی معجزات دکھائے جا سکتے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انبیا کا بیگناہ ہونا معجزات سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جن انبیا کے معجزات کا بائیبل میں ذکر ہے وہ جھوٹے نبی نہ تھے اور نہ ہی شیطان کی طاقت سے وہ معجزات دکھاتے تھے۔ یہ امر یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہے۔

علاوہ ازیں جن الفاظ یا فقرات سے یسوع کی عصمت کی دلیل نکالی جاتی ہے وہی اور ویسے ہی الفاظ اور فقرات دوسرے انبیاء کی نسبت بھی بائیبل میں استعمال ہوئے ہیں اور اس لئے یا تو یسوع بھی معصوم نہیں یا دوسرے انبیاء بھی اس کی طرح معصوم ہیں۔ حضرت نوح کے متعلق بائیبل میں یہ الفاظ ہیں کہ "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا" (پیدائش ۶)

ابراہیم کو خداوند نے مخاطب کرکے فرمایا "مین خدائے قادر ہون تو میرے حضور مین چل اور کامل ہو" (پیدائش ۱۷/۱)۔ حضرت موسے کو اللہ تعالے نے فرمایا "تو خداوند اپنے خدا کے آگے کامل ہوگا" اور پھر "موسی بہت ہی حلیم تھا روے زمین کے سب لوگون سے بڑھکر" (استثنا ۱۸/۱۳)۔ پھر زبور مین حضرت داؤد خداوند کے مقدس لوگو نکا یون ذکر کرتے ہین "مبارک وے جو راہ مین کامل رفتار ہین اور خداوند کی شرع پر چلنے والے ہین۔ مبارک وے جو اس کی شہادتونکو یاد رکھتے ہین اور اپنے سارے دل سے اسے ڈھونڈتے ہین وے بدی بھی نہین کرتے وے اس کی راہو نپر چلتے ہین" (زبور ۱۱۹/۱-۳) اور پھر "صادق کا منہ دانائی کی بات کہتا ہے اس کی زبان سے عدالت کا کلمہ نکلتا ہے اسکے خدا کی شریعت اسکے دل مین ہے اسکا پاؤن کبھی نہ پھسلیگا" (زبور ۳۷/۳۰-۳۱) لاوی کے متعلق خداوند تعالے یون فرماتا ہے "سچائی کی شریعت اسکے منہ مین تھی اور اسکے لبون مین کوئی شرارت پائی نگئی وہ میرے ساتھ سلامتی اور راستی سے چلتا رہا اور اس نے بہتونکو بدی کی راہ سے پھیرا" (ملاکی ۲/۶) لوقا کے الفاظ ذکریا کے متعلق کہ وہ خداوند کے تمام احکام پر چلتا اور بے عیب تھا اور مرقس کے الفاظ یوحنا کے متعلق کہ وہ راستباز اور مقدس تھا پہلے نقل کئے جاچکے ہین۔ اس قسم کے حوالے بائیبل سے بکثرت دئے جاسکتے ہین لیکن بالفعل اسی قدر کافی ہونگے ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل مین اگر یسوع کو بے عیب اور حلیم اور بدی نہ کرنے والا اور راستباز کہا گیا ہے تو یہی کلمات اور ان سے بھی بڑھکر دوسرون کی نسبت موجود ہین اور اسلئے عیسائیونکا یہ عقیدہ کہ یسوع کے سوا باقی سب گنہگار ہین اور اکیلا یسوع ہی بیگناہ ہے محض یسوع کی خدائی کی تائید کے لئے گھڑ لیا گیا ہے اور اب بھی عیسائیون کی ایک کثیر تعداد یسوع کی طرح کسی اور انسان کو بھی بیگناہ مانتی ہے خواہ وہ مریم ہو جو عیسائیون کے محاورہ مین "خدا کی ماں" ہے یا کوئی اور ہو کیونکہ اگر یسوع کے سوا ایک بھی اور انسان بیگناہ ٹھہر جائے تو پھر مسیح کی یکتائی اور اسکے کفارہ کی ضرورت اور ہاتھ سے پانی پھر جاتا ہے۔ رومن کیتھولک مریم کی عصمت کے لئے جو دلیل دیتے ہین وہ نہایت سیدھی سادی بھی دلیل ہے۔ اگر اصلی گناہ موروثی ہے تو ضرور ہے کہ یسوع کو بھی اپنی ماں کے ذریعہ اسکا کچھ نہ کچھ حصہ ورثہ مین ملا ہو جبتک کہ یہ نہ مان لیا جاوے کہ مریم بھی بیگناہ تھی اسلئے مریم کی عصمت یسوع کی عصمت کیلئے نہایت ضروری ہے ہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر مریم کے والدین بھی معصوم ہونے چاہیئے کیونکہ انکے بغیر مریم معصوم نہین ہو سکتی اور اسی طرح آدم تک سارا سلسلہ بیگناہ اشخاص کا ہونا چاہیئے اگر اس زنجیر کی ایک کڑی بھی ٹوٹ جاوے تو ساری زنجیر نکمی ٹھہرتی ہے پس موروثی گناہ کو ماں کر اکیلے یسوع کو معصوم ماننے والون اور یسوع کے ساتھ مریم کو بھی معصوم ماننے والون مین یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون زیادہ بیہودگی کا مرتکب ہے ہان دونون فریق مین سے ہر ایک اپنی بات کو بالمقابل زیادہ معقول کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد الف میم نے کیفیت عصمت پر کچھ بحث کی ہے جیسے وہ ہماری عصمت کی تعریف قرار دیتا ہے وہ انبیاء کی حالت کا ایک نقشہ تھا کہ انکے اقوال و افعال سب الٰہی سرچشمہ سے ہوتے ہین اور ان کے اپنے نفس کی خواہشات کا نتیجہ نہین ہوتے کچھ تعجب نہین اگر یہ بات الف میم کی سمجھ مین نہ آسکے اور وہ اسپر اعتراض کرے۔ روحانیت کا وہ اعلےٰ مقام جسپر اسلام انسان کو پہونچاتا ہی عیسائیون کی سمجھ سے برتر ہے کیونکہ ان کے روحانی قوے ایک انسان کی خدائی کے جھوٹے عقیدہ اور اسکے خون پر جھوٹے بھروسہ کے باعث مر چکے ہین وہ نہ صرف اعمال مین ہی مردہ ہین بلکہ ایمان مین بھی مردہ ہین اور اس لئے روح القدس کی روشنی ان کے اندر سے بجھ چکی ہو۔ قرآن شریف مین بکثرت ایسی آیات موجود ہین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا کے برگزیدہ نبی ایسے اس کی محبت مین کھوئے ہوئے ہوتے ہین کہ خدا کے سوائے ہر ایک چیز بلکہ ان کی اپنی ہستی بھی ان کی نظر مین کالعدم ہوتی ہو ان کی اپنی خواہشات اور نفسانی جذبات پر ایک موت وارد ہو چکی ہوتی ہے اور اس لئے جب وہ بولتے یا کوئی کام کرتے ہین تو اپنی خواہش یا نفسانی جذبہ سے نہین کرتے یہ روحانیت کا سب سے اعلےٰ مقام ہی اور اس مقام مین روح القدس کی روشنی سے بھر کر انکا ہر ایک قول و فعل روح القدس کی ہدایت سے ہوتا ہے نیکی ان کی فطرت ہو جاتی ہے اور انکے ارادے ایسے کامل طور پر خدا کے تصرف مین اور اس کی مرضی کے تابع ہوتے ہین کہ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہین وہ سب الٰہی تصرف سے اور اسکی مرضی سے کرتے ہین۔ قرآن کریم مین اس اعلےٰ مقام کی شہادت بکثرت موجود ہے۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کوئی بات منہ سے نہین نکالتے بلکہ جو کچھ بولتے ہین خدا کے بلائے بولتے ہین اور پھر فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جو کچھ فعل وہ کرتے ہین وہ ان کا فعل نہین بلکہ خدا کا فعل ہو۔ ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال انسانی خواہش کا نتیجہ نہین تھے بلکہ الٰہی سرچشمہ سے نکلتے تھے پھر قرآن کریم صاف الفاظ مین انسان کی تین حالتین بیان کرتا ہے سب سے پہلی حالت نفسانی خواہشات کے غلبہ کی ہی جسکو قرآن کریم مین نفس امّارہ کے نام سے موسوم کیا ہی اسکے بعد دوسری حالت وہ ہی جب انسان کی نیک خواہشات اس کی بدخواہشات کا مقابلہ کرکے ان پر غالب آتی ہین چونکہ یہ حالت ایک کشمکش کیحالت ہوتی ہے اسلئے اس مین انسان کبھی ٹھوکر بھی کھاتا ہے مگر جلدی سنبھل جاتا ہے لیکن یہ روحانی ترقی کا آخیری مقام نہین ہے۔ جو انسان اسی حالت پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسی مقام کو مجاہدات کا انجام خیال کرتا ہی وہ سخت دھوکے مین پڑا ہوا ہے۔ ابھی روح القدس کی روشنی نے پورے طور پر اسکو روشن نہین کیا ہوتا اور نہ شیطان

اس سے پورے طور پر مایوس ہوتا ہے۔ اس کے ارادے اور خواہشیں ابھی پورے طور پر خداتعالےٰ کے تابع نہیں ہوئے اور نہ ہی اسکے نفسانی جذبات پر کلی موت وارد ہوئی ہے جو لوگ سچے خدا کو نہیں پہچانتے اور اسلئے اس کی طاقت اور جلال کے سامنے اس طرح نہیں جھک سکتے جس طرح انہیں جھکنا چاہیئے اس ناقص اخلاقی حالت پر مطمئن ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن خداتعالےٰ کیساتھ سچا تعلق جو مذہب کا اصل مقصد اور غرض ہے وہ ابھی بہت دور پڑا ہوا ہے۔ جب ایک انسان روحانی ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہونچتا ہے تو بدی کی تمام خواہشیں مغلوب ہو جاتی ہیں اور الٰہی نور سے انسان بھر جاتا اور روح القدس اسکا دائمی رفیق ہو جاتا ہے اسکے ارادے خداتعالےٰ کی مرضی کے پورے طور پر تابع ہو جاتے ہیں اور اسلئے ایسے مقام پر اس کی نسبت یہ کہنا غلط نہیں ہوتا کہ وہ اس طرح خدا کے تصرف تام میں ہوتا ہے جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے۔ یہ ایک عجیب اعتراض ہے (ہاں اگر ایک عیسائی کے منہ سے نکلے تو کچھ تعجب بھی نہیں) کہ اگر انسان کے ارادے خدا کے کامل طور پر تابع ہو جاویں اور خدا کی مرضی سے اسے موافقت تامہ حاصل ہو جاوے تو پھر وہ فاعل ذی اختیار نہ رہا۔ ایسے اعتراض سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معترض نہیں سمجھ سکتا کہ روح القدس کیونکر انسان کے اندر کام کرتا ہے اور انسان کا روحانی تکمال کیا ہے۔ اسلام وہ پاک مذہب ہے کہ ایک لفظ میں ہی اپنے نام کے اندر اس نے ساری حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے کاش عیسائی دیکھ سکتے کہ وہ کن غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ سچائیاں کیسی مبارک ہیں جو اسلام سکھاتا ہے۔ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ انکو نجات مل گئی ہے جبکہ نجات کی اصلی حالت سے جو اسی دنیا میں انسان کو ملتی ہے وہ اسقدر ناواقف اور بے بہرہ ہیں کہ اسپر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ حقیقی نجات کیا چیز ہے وہ کامل اطمینان اور سکینت کی حالت ہے۔ جب انسان بدی کی طاقت سے نکلکے پورے طور پر تابع ہو کر اور اسکے ارادہ سے موافقت تامہ حاصل کر کے کامل خوشحالی اور سچی خوشی حاصل کرے لیکن عیسائی اس حالت سے ایسے ہی بیخبر ہیں جیسے کہ وہ سچے خدا سے بیخبر ہیں اور ان کا اعتراض کرنا کچھ تعجب کی جگہ نہیں ان کی عقلیں اس بات کو تو سمجھ سکتی ہیں کہ ایک آدمی کیونکر ساری دنیا کے گناہ اٹھا کر سب کو آزاد کر گیا اور کس طرح باوجود اسکے کہ وہ گناہ کرتے ہیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں ان کو نجات مل گئی ہے لیکن سچی نجات جو گناہ سے آزادی اور روح کی پاکیزگی کا نام ہے وہ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ الفت ہیم کی اس تحدی کا جواب کہ قرآن شریف کی وہ آیتیں بتلائی جاویں جس میں انسان کے اس اعلےٰ مقام پر پہونچ جانیکا ذکر ہو۔ صرف اسقدر کافی ہے کہ اگر اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نیک نیتی ہوتی تو وہ یہ تحدی نہ کرتا کیونکہ جہاں سے اس نے عبارت نقل کی ہے عمداً آیت کے اور قرآن شریف کے ذکر کو چھوڑ کر باقی عبارت نقل کی ہے

...رے طور پر نکلجاوے اور گناہوں سے پاک اور صاف کیا جاوے اور خداتعالیٰ کی مرضی کے

چنانچہ وہ لکھتا ہے" انہوں نے عصمت کی تعریف یہ بتلائی ہے.... الخ" حالانکہ جہان یہ مضمون ہے وہ عبارت اس طرح پر چلتی ہے (جلد ۲ صفحہ ۷) "قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اس طرح ان کی خدا کے تصرف مین ہوتے ہین جس طرح ایک کل انسان کے تصرف مین ہوتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے حکم دیتا ہے۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین.... الخ" اب یہ کیسی ایمانداری ہے کہ آیت کو اور قرآن شریف کے ذکر کو بالکل اور عمداً ترک کر کے تحدی یہ کی ہے کہ کوئی آیت پیش نہیں کی ایسا ہی اسی مضمون کے جو استغفار پر لکھا گیا ہے صفحہ ۷۰ و ۷۱ پر اور عصمت کی بحث مین دوسرے اکثر مقامات پر ان آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جنسے پایا جاتا ہے کہ انبیاء کے اقوال و افعال سب الہی سرچشمہ سے ہوتے ہین اور بار بار ان آیتوں کا نقل کرنا صرف موجب طوالت ہے اس جگہ اتنا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ حالت انبیاء کی استغفار کے کسی طرح منافی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت دائمی استغفار کی حالت ہوتی ہے یعنی حفاظت الہی طلب کرنیکی۔ جب انسان اپنے آپ کو خدا تعالے کے ارادہ اور مرضی کے تابع کر دیتا ہے تو وہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے کوئی نیکی کا کام نہین کر سکتا۔ اور اسلئے اپنے آپ کو الہی آستانہ پر گرا دیتا ہے اور سب طاقت اس طاقتوں والے خدا سے طلب کرتا ہے اسلئے اس کو اس طاقت کے سرچشمہ سے استغفار کے ذریعہ سے غذا ملتی ہے۔ اور پھر جو طاقت اسکے اندر کام کرتی ہے وہ اس کی اپنی طاقت نہین ہوتی بلکہ خدا کی طاقت ہوتی ہے۔

اس کے بعد ہم کسیقدر اس اصول پر بحث کرینگے جو قرآن کریم کے معنے کرنے مین ملحوظ رکھنا چاہیئے جولائی کے پرچہ مین جو کچھ اسکے متعلق ہم نے لکھا تھا اسکو الف میم نے اپنے مطلب کے لئے بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا لیا ہے۔ ہمنے کبھی یہ نہیں لکھا کہ قرآن شریف مین جب ایک لفظ ایک ہی معنی میں آئے تو ضروری ہر موقعہ پر اسکے وہی معنے لینے چاہیئے ہمنے یہ لکھا تھا جیسا کہ الف میم نے اپنی کتاب مین نقل بھی کیا ہے کہ "قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اسکے بعض حصے دوسروں پر روشنی ڈالتے ہین۔ جواب دیتے وقت ہم صرف قرآن کریم کے الفاظ کو ہی پیش کرینگے اور معنے کرنے مین انہین معنوں کو صحیح سمجھین گے جو قرآن شریف کے دوسرے حصوں کے مخالف نہ ہوں اور جنکا مؤید خود قرآن شریف ہو" یہ وہ اصول ہے جسے خود قرآن شریف نے بیان کیا ہے اس سچے اور صحیح اصول کو الف میم بگاڑ کر یوں بناتا ہے کہ جب قرآن شریف مین کسی موقعہ پر ایک لفظ ایک خاص معنی میں استعمال ہوا ہے تو دوسری جگہ بھی اس لفظ کے وہی معنے لئے جاوینگے۔ حالانکہ جب کوئی لفظ مختلف معانی برداشت کر سکتا ہو تو اسوقت اسکے معنے کسی خاص عبارت مین کرنیکے لئے خاص امور پر غور کرنا ہوگا۔ مثلاً قرآن کریم میں آیا ہے کہ شیطان کہتا ہے لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین۔ مین ان سب کو گمراہ کرونگا سوائے تیرے مخلص عباد کے یہاں جو لفظ گمراہ کرنیکے

لئے استعمال کیا گیا ہے وہ "غوے" ہے جسکے معنے ہین غلطی کرنا یا سیدھے راہ سے انحراف کرنا اور مایوس ہونا یا اپنی خواہش کو حاصل نہ کرسکنا وغیرہ وغیرہ اور اغوا کے معنے گمراہی مین ڈالنا وغیرہ وغیرہ انہی معنون سے لئے ہوئے ہین - اسلئے لفظ اغوینہم کے معنے گمراہی یا غلطی مین ڈالنے کے ہوئے - لیکن ان لوگومین سے جنکو شیطان گمراہی مین ڈال سکتا ہی ایک خاص گروہ مستثنٰی کیا گیا ہی اور وہ گروہ خدا کے ان خاص بندونکا ہی جنکو مخلصین کے نام سے یاد کیا گیا ہی جس لفظ کے معنے لین کی ڈکشنری مین اس طرح پر کئے ہین کہ خدا کے وہ برگزیدے جو ہر ایک الایش سے پاک ہین اسلئے یہ جماعت ایسی ہی جنکو شیطان گمراہ نہین کرسکتا - چنانچہ اللہ تعالے بھی اسجگہ فرماتا ہے ہذا صراط علی مستقیم ان عبادی لیس لک علیہم سلطان - گویا خداوند تعالے شیطان کو فرماتا ہی جو میرا ہوگیا اسکو تو نہین بہکا سکتا اور نہ تو اسپر قابو پا سکتا ہے اسلئے یہ صفائی سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم خدا کے برگزیدہ بندون کی ایسی جماعت بیان کرتا ہے جو ہر آلایش سے پاک ہین جن پر شیطان کا کوئی قابو نہین چل سکتا - اور جنہین وہ صراط مستقیم سے ایک بال کے برابر بھی نہین پھیر سکتا یہ امر ظاہر ہی اور اسپر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہین کہ اس ممتاز جماعت مین سب سے پہلے انبیاء کا گروہ ہی شامل ہی - اب قرآن شریف نے ایک اور جگہ فرمایا ہے ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحًا الخ کہ خدا نے اپنے بندے آدم اور نوح ..... کو چن لیا اور برگزیدہ کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے آدم کو بھی برگزیدونمین سے قرار دیتا ہے اور پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ شیطان برگزیدونکو بہکا نہین سکتا - یہ نتائج ایسے روشن ہین جس طرح سورج اور ان الفاظ کے سوائے ان معنونکے اور کوئی معنے بھی نہین ہوسکتے اسلئے یہ آیت محکمات مین سے ہے - متشابہات کے معنے کرنے مین اس آیت کو مدنظر رکھنا ہوگا یعنی جہان کسی آیت کے معنے دو طرح سے ہوسکتے ہون تو وہ معنے اختیار کرنے ہونگے جو اس آیت کے معنون سے مطابقت رکھتے ہون - چنانچہ اس اصول کو مدنظر رکھکر اب ہم آیت عصی آدم ربہ فغوی کے معنے کرتے ہین یہان اگر لفظ غوی کے معنے وہی لئے جاوین جو آیت مذکورہ بالا مین لئے ہین تو صاف ظاہر ہی کہ دونون آیتین ایکدوسرے کی نقیض ہون گی اس لئے ایسے معنے کرنے یہ کہنے کے برابر ہین کہ قرآن شریف کا ایک حصّہ دوسرے کو رد کرتا ہی حالانکہ جو اصول قرآن شریف ہمین بتاتا ہی وہ یہ ہی کہ قرآن شریف کا ایک حصّہ دوسرے کا مؤید ہے اور قرآن شریف مین اختلاف جایز نہین جیساکہ فرمایا لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا گویا قرآن کریم نے الف میم جیسون کی بیہودہ حرکات اور نکتہ چینی کا جواب پہلے سے یون دے رکھا ہی کہ مجھکو تو دعوے ہے خدا کیطرف سے ہونیکا پس مجھ مین اختلاف کیون تجویز کرتے ہو - مین خدا کیطرف سے ہون اور مجھ مین کوئی اختلاف نہین - اب پہلی آیت سے یہ تو قطعی فیصلہ ہوگیا کہ اس آیت متنازعہ فیہا مین لفظ غوی کے معنے گمراہ ہوجانیکے نہین ہوسکتے کوئی اور معنے ہونے چاہیئے یہ ممکن ہی نہین کہ پہلے تو خدا تعالے کہے -

کہ میرے برگزیدہ بندونکو شیطان گمراہ نہین کرسکتا اور پھر کہے کہ آدم کو جو میرا برگزیدہ بندہ تھا شیطان نے گمراہ کردیا۔ لیکن لفظ غوی کے اور معنے بھی ہین چنانچہ لسان العرب کے علاوہ اب ہم لین صاحب کی ڈکشنری پیش کرتے ہین جس مین غوی کے یہ معنے بھی لکھے ہین کہ اس کی زندگی مصیبت مین پڑگئی (یعنے اسکے آرام مین خلل آگیا) یا وہ مایوس ہوگیا اسلئے دوسری آیت مین ان معنون مین سے کوئی معنی لفظ غوی کے ہم کرسکتے ہین مگر ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گمراہ ہونیکا مفہوم قطعاً ان معنون سے خارج ہے کیونکہ یہ مفہوم پہلی آیت کے مضمون کے خلاف ہے یہ معنے ہین اس فقرہ کے کہ قرآن شریف کا ایک حصہ دوسرے پر روشنی ڈالتا ہے اب یہ ایک ایسی دلیل ہے کہ ہزار مفسر کی رائے بھی اسکے خلاف کچھ نہین کیونکہ مفسرون کی رائین وحی الہی نہین ہین اور قرآن شریف کی صریح آیت کی تکذیب کرنا یا اس مین اختلاف ڈالنا اس طریق کو کوئی مسلمان اختیار نہین کرسکتا۔ چونکہ الف میم اسوقت قرآن شریف پر اعتراض اسکی سچائی کو مانکر کر رہا ہے اسلئے اسے نہین یا تو انکا پابند ہونا ضروری ہے جنکا پابند ایک مسلمان ہوگا +

آیت لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین سے اور بڑے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہین یہ قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ خدا کے برگزیدونکو شیطان راہ راست سے کبھی نہین پھیر سکتا۔ اگر قرآن شریف مین اور کوئی آیت ایسی نہ بھی ہوتی جس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت ہوتی تاہم یہ ایک ہی آیت ان سارے نتائج کی تردید کے لئے کافی تھی جو اسکے خلاف نکالے جاتے ہین کسی نبی کے متعلق قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کئے ہین انکے معنے کرنے مین ہمین صرف اس حد تک آزادی ہے کہ کوئی ایسے معنے انکے نہین ہوسکتے جنسے کسی نبی کیطرف گناہ کا ارتکاب نسبت کرنا پڑے کیونکہ اس آیت کے معنی تو سوائے اسکے کچھ اور ہو ہی نہین سکتے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کی ایک خاص جماعت کو شیطان کے قابو سے باہر نکالکر خالص اپنے لئے بنالیا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دو لفظ ہین جنسے اس جماعت کو بیان کیا گیا ہے یعنی عبادک اور المخلصین۔ عبادک سے مراد خدا کے عبد ہین اور عبد کے معنے پوری فروتنی اور عاجزی سے اطاعت کرنیکے ہین اسلئے عبد کے معنو مین عاجزی سے پوری پوری اطاعت کا مفہوم لازمی ہے اور عبد کے معنے ہین غلام جو آقا کے ہر ایک حکم کو مانتا اور اس کی پوری فرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔ لہذا عبادک سے مراد وہ بندے ہوتے جو پوری عاجزی اور فروتنی سے خدا کے ہر ایک حکم کو مانتے ہین اور اسکے کسی حکم کی خلاف ورزی نہین کرتے (لفظ عباد صیغہ جمع ہے۔ یہ ہم اس ڈر سے بیان کرتے ہین کہ مبادا الف میم کہدے کہ اسجگہ مراد صرف عیسےٰ ؑ سے ہے) اگر شیطان نے یہ لفظ نہ بھی کہے ہوتے کہ خدایا تیرے مخلص عباد پر مجھے کوئی قابو نہین تاہم لفظ عباد ہی اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ خدا کے پورے پورے فرمانبردار ہین اور اسلئے شیطان کے فرمانبردار نہین ہوسکتے۔ شیطان کی فرمانبرداری کرنیوالونکو قرآن شریف مین عبد الطاغوت کہا گیا ہے جس طرح پر عبد الطاغوت شیطان کی فرمانبرداری

کرتے اور خدا کے حکمون کی خلاف ورزی کرتے ہین اسی طرح یہ عباد اللہ صرف خدا کے احکام کو مانتے ہین اور شیطان کا انپر کوئی حصہ نہین ہوتا اسلئے وہ انکو گمراہ بھی نہین کرسکتا۔ لفظ المخلصین کا استعمال جو عبادک کی تعریف مین ہوا ہے اس مضمون پر اور بھی روشنی ڈالتا ہے اسکا مادہ خلص ہے جسکے معنے صاف ہونا پاک ہونا ہر ایک ملاوٹ سے یا کھوٹ سے پاک ہونا امن یا حفاظت مین ہونا یا آزاد ہونا ہین اس لئے مخلصین وہ لوگ ہین جو ہر ایک میل کچیل سے اور کھوٹ سے پاک کئے گئے ہون اور شیطان سے جو ہلاک کرنیوالا ہے محفوظ کئے گئے ہون۔ چنانچہ اخلص للہ العمل کے معنی ہین لہ اسکا عمل جو خدا کے لئے اس نے کیا ہر ایک کھوٹ اور ملاوٹ سے پاک تھا اور خالص خدا کیلئے ہی تھا اور اخلصنا ہم بخالصۃ ذکری الدار جو قرآن شریف مین آیا ہے اسکے بھی یہی معنے ہین کہ ہمنے انکو ایک نہایت پاک صفت سے پاک کردیا ہے اور وہ کیا ہے دار آخرت کا یاد رکھنا۔ اسلئے لفظ مخلصین کا عبادک کی صفت مین لانا صاف اس بات کو بتارہا ہے کہ اللہ تعالے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اطاعت کا جو مفہوم عبادک مین پایا جاتا ہے وہ ایسی اطاعت نہین جس مین غیر کی اطاعت بھی ملی ہوی ہو بلکہ وہ اطاعت خالص خدا کی اطاعت ہے اور اس مین کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہین مخلص جسکی جمع مخلصین ہے اسکے معنے جو لین نے اپنی ڈکشنری مین کئے ہین وہ ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ اسکے معنے ہین وہ جسے خدا نے چن لیا اور جو ہر ایک قسم کی آلایش سے پاک ہے اور یہ بھی اسکے معنے ہین کہ جو وہ کہے یا کرے اپنے قول و فعل مین خالص اور بالکل پاک ہو۔ اب یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ شیطان کا قابو ان لوگون پر نہین چل سکتا جو خدا کے ہاتھ سے پاک اور محفوظ کئے گئے ہون اور جنکو فطرتًا ایک پاکیزگی نفس کی عطا کی گئی ہو جو ان سے جدا نہین ہوسکتی اور جنکے دلونکو ہر قسم کی بدی کے خیال سے محفوظ کیا گیا ہو۔ ایسے لوگون پر شیطان کا کوئی تصرف نہین ہوسکتا اور وہ پیدایش سے ہی پاک اور معصوم ہوتے ہین اس تمام بحث کا یقینی نتیجہ ہے کہ ان لوگون کیطرف گناہ ہرگز منسوب نہین ہوسکتا جنکو عباد اللہ اور مخلصین کہا گیا ہے خصوصًا اس حالت مین جب کھولکر یہ بھی بیان کردیا گیا ہے کہ شیطان کا انپر کوئی تصرف نہین اور وہ کبھی شیطان کی اطاعت نہین کرتے +

جو کچھ ہمنے اوپر لکھا ہے اس سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ غوی جہان حضرت آدم کیلئے استعمال ہوا ہے اسکے معنے وہان گمراہ ہونیکے نہین بلکہ اس سے صاف طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء جو سب سے پہلے مخلصین مین شامل ہین بالکل معصوم ہین۔ اور اس لئے قرآن شریف کی بہت سی آیتونکے معنے کرنے مین ہمین اس اصول کو مدنظر رکھنا ہوگا جو قرآن کریم نے ایک جگہ بیان کردیا ہے اور ایسے صاف الفاظ مین بیان کیا ہے جنکے معنونمین کسی تاویل یا شبہ کی گنجایش باقی نہین رہی یہی ہماری مراد تھی جب ہمنے کہا تھا کہ قرآن شریف بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ مگر الف میم

نے اسکو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنانا چاہا ہے۔ اور وہ اس سے مراد یہ سمجھتا ہے کہ جب قرآن شریف مین ایک جگہ ایک لفظ کسی خاص معنے مین مستعمل ہو جائے تو پھر ہر جگہ اس لفظ کے وہی معنے لینے ہونگے لیکن یہ اصول ہمارا بیان کردہ نہین نہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے متفق ہو سکتا ہے کیونکہ ہر جگہ لفظ کے معنے کرنے مین مختلف باتون پر غور کرنا ہوگا یہ نہین کہ ایک جگہ ایک معنے آگئے تو اب اندھادھند ہر جگہ وہی معنے لگاتے چلے جائین ہم اس کی اور بہت سی مثالین دیسکتے ہین لیکن بالفعل صرف ایک مثال اور دیکر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہین۔

یہ مثال لفظ ظالم کے متعلق ہے۔ قرآن شریف کی سورہ بقرہ مین اللہ تعالے فرماتا ہے واذا ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عہدی الظالمین۔ ترجمہ۔ اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے احکام بھیجکر آزمایا تو ابراہیم نے ان سب احکام کو پورا کیا اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین تجھے لوگونکے لئے امام بناؤنگا۔ ابراہیم نے عرض کیا اور میری ذریت مین سے بھی فرمایا ظالمونکو میرا عہد نہین پہنچیا۔ چونکہ لفظ ظالم مختلف معنون مین آیا ہے اسلئے سب سے پہلا امر قابل غور آیت مذکورہ بالا مین یہ ہے کہ لفظ ظالم سے یہان کیا مراد لی گئی ہے مضمون آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالے نے جب دیکھ لیا کہ وہ اسکے پورے طور پر فرمانبردار ہین اور احکام الٰہی کی بجاآوری مین ان کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ دیکھی تو عنایت الٰہی نے انکو اس قابل دیکھکر امامت یعنی نبوّت کا منصب عطا فرمایا۔ پھر جب حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ میری اولاد مین سے بھی نبی مبعوث فرمائے جاوین تو خدا تعالے نے فرمایا کہ ہان مین نبی تو بناؤنگا لیکن انکو نہین جو ظالم ہون اس لفظ کے اسجگہ معنونکا فیصلہ کرنیکے لئے ہمین دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کیا کام کیا تھا جو انکو نبوت عطا ہوئی تھی کیونکہ لفظ ظالم مین اسکا خلاف ہونا چاہیئے وہ کام احکام الٰہی کی کامل طور پر فرمانبرداری تھی جسکا اسی آیت مین ذکر ہے اسلئے لفظ ظالم سے مراد لامحالہ اسجگہ یہی ہوئے کہ جس سے احکام الٰہی کی کامل فرمانبرداری مین کوئی نقص رہا ہو۔ اب لغت کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ظالم کے ایک معنے یہی ہین جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہین پس اس مین کوئی شک نہین کہ ظالمین سے اس جگہ وہ لوگ مراد ہین جو کسی حکم الٰہی کی عمداً خلاف ورزی کرتے ہین اب اس لفظ کے معنونکا فیصلہ ہو جانیسے ایک نہایت ضروری اور یقینی اصول ہمارے ہاتھ مین آجاتا ہے۔ ابراہیم کو حکم ہوتا ہے کہ تیری اولاد مین سے اسی کو نبی بناؤنگا جو میرے حکمونکا کامل طور پر فرمانبردار ہو۔ لیکن اللہ تعالے نے اسکو ایک عام رنگ مین بیان کیا ہے کہ لاینال عہدی الظالمین جسکے معنے یہ ہوئے کہ میرا عہد ظالمونکو کبھی نہین پہونچتا۔ اسکے یہ معنے تو ہو ہی نہین سکتے کہ اس سے پہلے خدا تعالے ظالمونکو نبی بنادیا کرتا تھا مگر اب آئندہ کے لئے اس نے ایک نیا اصول بنادیا ہے خدا تعالے کے قانون ان ٹل اور لاتبدیل ہین خود حضرت ابراہیم کو جنکی

اولاد کے ساتھ یہ وعدہ ہوتا ہے اسیوقت نبوت عطا ہوئی جب انہون نے احکام الٰہی مین کامل فرمانبرداری کھائی
چنانچہ انکے متعلق لفظ ہین فاتمہن یعنی سبکے سب احکام کو پورا کیا اور خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہین کیا اسلئے
خدا تعالےٰ نے یہان اپنی ایک سنت بیان کی ہی کہ مین ظالمونکو کبھی نبی نہین بناتا۔ اب اگر ہم اسی کلام مین
جس نے خود یہ اصول بیان کیا ہے کسی نبی کے متعلق لفظ ظلم کا استعمال پا دین تو ہم اسکے معنے حکم الٰہی
کی خلاف ورزی نہین کر سکتے کیونکہ ایسے معنے قرآن شریف کے اپنے بیان کردہ اصول کے نقیض ہین۔
بلکہ ایسے موقعہ پر لفظ ظلم کے اور کوئی معنے کرینگے کیونکہ یہ لفظ ایسا ہے کہ اسکے مختلف معنے ہو سکتے ہین اس آیت سے
ہمین صرف یہی پتہ نہین لگتا کہ قرآن شریف مین اگر کسی نبی کے متعلق لفظ ظلم کا استعمال ہوا ہی تو اسکے کیا
معنے ہونے چاہیئے بلکہ یہ ایک قطعی شہادت انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر ہی اور اسلئے ہم اس سے
ان تمام آیتون کے معنے کرنے مین فائدہ اٹھا سکتے ہین جنسے ہمارے مخالف انبیا کے گنہ گار ہونیکا استدلال
کرتے ہین۔ اب جو کوئی کہے کہ معنے کرنے مین یہ اصول مدنظر نہین رکھنا چاہیئے بلکہ اگر لفظ ظلم ایک جگہ ایک
معنے مین استعمال ہوا ہے تو ہر جگہ قرآن شریف مین اس کے وہی معنے مراد لینے چاہیئے تو یہ محض حماقت
ہے ہمارا فرض ہی کہ قرآن شریف کے معنے کرنے مین اس امر کو مدنظر رکھین کہ ایک آیت کا مضمون دوسرے
کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس اصول کو مدنظر رکھکر قرآن شریف کے الفاظ کے معنے کئے جاوین تو وہ تمام آیتین
جنسے انبیاء کے گنہ گار ہونیکا استدلال کیا جاتا ہے بالکل صاف ہو جاتی ہین۔ سچا اصول یہی ہی کہ قرآن شریف
کا کوئی حصہ دوسرے کے مخالف نہین اور اسلئے جب اسمین ایک دفعہ اللہ تعالےٰ نے یہ فرما دیا کہ انبیاء ہر
قسم کی آلائش سے پاک ہوتے ہین اور شیطان ان کو راہ راست سے پھیر نہین سکتا اور کوئی خدا کے حکم
کی نافرمانی کرنیوالا کبھی نبی نہین ہو سکتا تو پھر کسی لفظ یا آیت سے اسکے خلاف نتیجہ نہین نکالا جا سکتا
اگر معترضین اس اصول کو مدنظر رکھ کر اعتراض کرتے تو اپنے سارے اعتراضون کا جواب انکو خود قرآن شریف
سے ہی ملجاتا۔ اصل بات یہ ہی کہ کسی زبان کے الفاظ کا مختلف معانی کے لئے استعمال ہونا زبان کی
بڑی خوبی ہی لیکن اسی بات پر معترض ٹھوکر کھا رہے ہین۔ عربی زبان اس بارے مین ہر ایک زبان
پر فوقیت رکھتی ہی اور معترضین بھی اس سے بے خبر نہین ہین لیکن اپنے پیشہ کیخاطر انکو یہ سب کام کرنے
پڑتے ہین۔ وہ اپنی کتابون مین یہ لکھا ہوا پڑھتے ہین کہ خود مسیح نے پطرس حواری کو شیطان کہا لیکن
اس مین انکو کوئی اعتراض پیدا نہین ہوتا مگر جب حضرت آدم کے متعلق لفظ ظلم انکو ملجاتا ہی تو اسکو بڑی فتح
سمجھتے ہین کہ اب آدم گنہ گار ہو گیا حالانکہ خود قرآن شریف ایسے صریح اور صاف الفاظ مین جن کے اور کوئی
معنے ہو ہی نہین سکتے یہ فرماتا ہے کہ خدا کے نبی کبھی خدا کے حکم کے خلاف نہین چلتے اور لفظ ظلم کے ایسے معنے
لغت کی کتابون مین موجود ہین جو قرآن شریف کے بیان کردہ اصولونکے بالکل مطابق ہین یون یا دریکھیا جیان
مچھر چھانٹتے پر اونٹ نگل جاتے ہین +

یہ دلائل الف میم اور السین کے اعتراضون کی تردید کے لئے کافی ہین لیکن اس مضمون کو پورا کرنیکے لئے انکے چھوٹے چھوٹے اعتراضون کا جواب بھی مختصر طور پر اب ہم دیتے ہین السین اپنے اعتراضونکے شروع مین لکھتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی شفاعت انبیاء کے بیخطا ہونے پر موقوف ہے اور لکھتا ہے کہ یہ امر سکے نزدیک مسلم ہے گذشتہ پرچے مین الف میم کے دیباچہ کا جواب دیتے وقت ہم نے یہ واضح طور پر بیان کیا تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ایک ثابت شدہ امر ہے اور اسلئے آپ کی عصمت پر ہمین اور کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہین اصل مین اس بحث کے ختم کرنے کی ایک نزدیک راہ ہے مگر اسیوجہ سے کہ وہ نزدیک راہ ہے عیسائی اسکو اختیار کرنا پسند نہین کرتے۔ عصمت شفاعت کا جزو ہے اور اسلئے اگر شفاعت کا ثبوت قطعی ہاتھ مین آجائے تو عصمت خود ثابت ہو جاتی ہے برعکس اسکے محض عصمت شفاعت کے لئے کافی نہین ہے کم از کم مسلمانونکے نزدیک۔ کیونکہ ہر ایک معصوم شفیع نہین ہو سکتا۔ چنانچہ ہمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے نمونے جو اس دنیا مین آپنے دکھائے پیش کئے تھے۔ اور عیسائی صاحبان سے یہ سوال کیا تھا کہ یسوع کی شفاعت کا بھی کوئی ایسا صاف نمونہ پیش کرین لیکن عیسائیون نے اسکے برعکس طریق اختیار کیا ہے اور اسلئے ہم بھی اسی طریق پر اب انکے اعتراضونکا جواب دیتے ہین۔ اسکے بعد السین آدمؑ اور داؤدؑ کے تذکرہ کو لیتا ہے اور ان ہی دو مثالونسے عصمت کے کل سوال کا فیصلہ کرتا ہے "اگر آدمؑ اور داؤدؑ گنہ گار ہون تو گنہ گار کو چاہئے کہ وہ نجات کے لئے کوئی اور ذریعہ تلاش کرے" معلوم ہوتا ہے پادری صاحب نے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور نہین کیا۔ اگر یسوع کے علاوہ ایک شخص بھی ایسا ثابت ہو جائے جسکی عصمت پر عیسائی حملہ نہ کر سکین تو انکے ہاتھ مین خاک بھی نہین رہتی اور تعجب یہ ہے کہ یسوع کی عصمت کو ثابت نہین کر سکتے جس صورت مین ہم قرآن شریف سے یہ دکھاتے ہین کہ شیطان کا انبیاء علیہم السلام پر تصرف نہین ہوتا اور خدا ظالم کو نبی نہین بناتا جس سے انبیاء علیہم السلام کی بالعموم عصمت ثابت ہوتی ہے تو اسکی تردید ایک یا دو نبیونکو لیکر نہین ہو سکتی بلکہ یہ ثابت کرنا چاہئے کہ قرآن شریف مین ایسی آیات ہین جن مین عام طور پر انبیاء علیہم السلام کو گنہ گارون کی جماعت کہا گیا ہو یا یہ نہ ہو تو کم از کم انکا فرض ہے کہ جسقدر انبیاء کے قرآن شریف مین نام آئے ہین ان سب کو گنہ گار کہا گیا ہے لیکن ان دونون باتونمین سے وہ کسی کو بھی ثابت نہین کر سکتے۔ تعجب ہے کہ کبھی ان لوگونکے دلمین یہ خیال نہین آتا کہ قرآن شریف تو کھلے لفظونمین انبیاء کی نسبت بار بار فرماتا ہے کہ وہ خدا کے حکمونکے خلاف نہین چلتے اور اعلے درجہ کی تعریف کے الفاظ مین انکی تعریف کرتا ہے اور انکے اقوال اور افعال کو الٰہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے بیان کرتا ہے اور اسکے برعکس ایک آیت بھی ایسی نہین جس مین اسی عمومیت سے انبیاء کو گنہ گار کہا گیا ہو یا خدا کے حکمونکو نہ ماننے والے کہا گیا ہو۔ اور جب یہ صورت ہے تو ہر طالب حق اور بے تعصب محقق

کا فرض ہے کہ جہان کسی خاص نبی کے خاص فعل کا ذکر ہے اسکے معنے کرنے مین اس طریق کو اختیار کرے جو انبیاء کی عام تعریف کے مطابق ہو۔ اسلئے ہم بار بار اس بات پر زور دیتے ہین کہ پادری صاحبان قرآن شریف سے ایک ہی ایسی آیت پیش کرین جسمین انبیاء کو عمومیت کے ساتھ گنہگارون کی جماعت کہا گیا ہو اور جبتک وہ ایسی آیت پیش نہین کر سکتے تو ایسے الفاظ کی بنا پر جنکے مختلف معنے ہو سکتے ہون کسی خاص نبی پر حملہ کرنا اصول مناظرہ کے خلاف اور مباحثہ کی ایک سب سے اہم اور ضروری تنقیح کو ٹالنا ہی تعجب ہے کہ اگرچہ ہمنے بار بار اس امر کیطرف توجہ دلائی ہے اور ان ہمارے مضامین کی تردید بھی مخالفین نے لکھی ہے لیکن اس ضروری بات کو وہ ایسے ٹال جاتے ہین کہ گویا پیش ہی نہین ہوئی۔

اب ہم ان اعتراضونکو لیتے ہین جو پادری الیسن نے حضرت آدم کی عصمت پر کئے ہین اور چونکہ الیسن اور الف میم کے اعتراض قریباً قریباً ایک ہی ہین اور ان مین سے یا ایسے ہی بعض اعتراضات کا جواب پادری مانزد کو ہم دے چکے ہین اس لئے ہم ان اعتراضون کا جواب دیتے وقت الف میم کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہین سمجھتے ہان اگر کوئی ضروری امر ایسا ہوگا جو الیسن صاحب نے پیش نہ کیا ہو تو اسوقت ہم الف میم کو جواب دینگے پادری الیسن سب سے پہلے آیت ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما۔ کو لیتا ہے اسکے معنے کرنے مین وہ امام رازی کی سند پیش کرتا ہے لیکن جہانسے وہ رازی اور کشاف کا حوالہ لیتا ہے وہان نسیان کے دو معنے لکھے ہین یعنی اول ماہو نقیض الذکر (بھول جانا) اور دوسرا ترک (چھوڑ دینا) اور دونون معنے اول الذکر معنونکو پہلے بیان کرکے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ انکے نزدیک ترجیح اول معنی کو ہے یعنی بھول جانا۔ امام رازی انہین معنونکے نیچے حسن رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ خدا کی قسم ہے آدم نے خلاف ورزی حکم الٰہی کی نہین کی مگر بھول جانیکے باعث۔ اگر یہ ترجیح نہ بھی پائی جاتی تو بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے معنی کرین جو ان آیتونکے مخالف نہ ہون جن مین انبیاء کو معصوم کہا گیا ہے اور علاوہ ازین جب وہ نسیان کے معنی ترک کر دیتے ہین تو انکی یہ مراد نہین ہوتی کہ حضرت آدم نے گنہگارونکی طرح حکم الٰہی کی نافرمانی کی بلکہ اسوقت وہ اسے اجتہادی غلطی قرار دیتے ہین اب الیسن صاحب ان معنی کو جسکو ترجیح دی گئی ہے ترک کرکے صرف دوسرے معنی کو پیش کرتے ہین اور وہ بھی الٹے رنگ مین اور اس طرح پر ناظرین کو دھوکا دیتے ہین۔ علاوہ ازین جہان امام رازی نسیان کے یہ دو معنے دیتے ہین وہ صرف مختصر طور پر دو مختلف رائون کا جو علماء کے درمیان رہی ہین اظہار کرتے ہین اور مفصل بحث کے لئے سورہ بقرہ کا حوالہ دیتے ہین اسجگہ انہون نے ان دونون رائون پر مفصل بحث کی ہے پہلے وہ اس صورت پر بحث کرتے ہین کہ حضرت آدم بھول گئے اور اس صائم کی مثال دیتے ہین جو روزہ رکھتا ہے مگر بھول کر کھا پی لیتا ہے ایسی صورت مین کبھی یہ نہین کہا جاتا کہ اس نے گناہ کیا اسکے بعد وہ دو اعتراض بیان کرتے ہین جو ان معنون پر کئے گئے ہین اور دونو کی تردید کرکے دکھاتے ہین کہ یہ اعتراض صحیح نہین ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہین معنون کو ترجیح دیتے ہین یہ ہم صرف اسلئے لکھتے ہین تا الیسن

صاحب کی غلط بیانی کو ظاہر کرین ورنہ اگر امام رازی اس معنی کو ترجیح نہ بھی دیتے تاہم اس معنی کی تائید مین دلایل اس قدر زبردست موجود ہین کہ کوئی انصاف پسند طبیعت ان کو رد نہین کرے گی۔ مذکورہ بالا دو اعتراضون مین سے پہلے اعتراض کا جواب دیتے وقت امام رازی لکھتے ہین "ہم اس بات کو تسلیم نہین کرتے کہ آدم اور حوا نے ابلیس کی بات کو مان لیا نہ ہی یہ کہ انہون نے اسکو صادق سمجھا..... آیت مین کوئی ایسا لفظ نہین جس سے یہ معلوم ہو کہ آدمؑ اور حوا نے یہ کام اسیوقت کیا جب ابلیس کے لفظ سنے یا بعد مین اور اس بات کا ثبوت کہ آدم جانتا تھا کہ ابلیس اس کا دشمن ہے قرآن شریف کی یہ آیت ہے ان ہذا عدو لک" اسکے بعد امام رازی اس پہلو پر بحث کرتا ہے کہ حضرت آدم کا یہ فعل عمداً تھا اس صورت مین نسیان کے معنے ترک کے لئے جاوینگے پھر اسمین چار مذہب بیان کئے گئے ہین اور ان دو کو جو آدم کیطرف گناہ عاید کرتے ہین رد کیا گیا ہے +

افسوس ہے کہ اسقدر مضمون ایک غیر ضروری بحث کیلئے ہمین لکھنا پڑا لیکن پادری صاحبان کی غلط بیانی نے ہمین اس طریق کے اختیار کرنیکے لئے مجبور کیا ہے کیونکہ اگر ان کی غلطی کو ظاہر نہ کیا جاوے تو پھر ان کی باتین سچی سمجھ لی جاوینگی اسکے بعد عزم کے معنو پر اعتراض کیا گیا ہے اسکا مفصل جواب پادری مانرو والے مضمون مین ہم دے چکے ہین اور اسلئے اسکا دہرانا ضروری نہین۔ فروری کے پرچہ مین ہم سند مین پیش کر چکے ہین کہ کیون ہمنے وہ معنے لئے ہین جو وہان بیان کئے گئے ہین۔ ہان اسجگہ الف میم کا ایک اعتراض قابل غور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم اولوالعزم انبیا مین سے نہ تھے یہ اسی قسم کی ایک غلط فہمی معانی الفاظ کے متعلق ہے جیسے ہم اوپر بیان کر چکے ہین کیونکہ لفظ عزم دونون جگہ ایک ہی معنون مین نہین آیا اس آیت کے متعلق کہ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل مفسرین کی دو رائین ہین بعض کہتے ہین کہ اس سے مراد کل انبیار ہین اور من تبیین کے لئے ہے نہ تبعیض کیلئے۔ یہ رائے دوسری رائے پر ترجیح رکھتی ہے جسکے رو سے بعض انبیار اولوالعزم ہین اور بعض نہین اور اسکے کئی وجوہات ہین اول تو یہ کہ قرآن شریف کل نبیون کا نام نہین تاکوئی یہ کہہ سکے کہ فلان فلان نبی اولوالعزم ہین اور فلان نہین۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ یعنی بعض نبیونکا ہمنے ذکر بھی نہین کیا۔ دوئم بعض انبیار کو اولوالعزم کی تعریف مین داخل نہ سمجھنا ان آیات کے خلاف ہے جنمین کل انبیار کی عصمت کا ذکر ہے سوئم مختلف نام اولوالعزم انبیاء کے تجویز کئے جاتے ہین اور اس امر پر کبھی اتفاق نہین ہو سکتا کہ فلان فلان نبی ضرور اولوالعزم اور دوسرے ضرور ہی اس تعریف سے خارج ہین اسلئے احسن طریق یہی ہے کہ سب انبیار کو اولوالعزم سمجھا جاوے بلکہ عیسائیونکے لئے تو ایک اور مشکل بھی ہے یعنی یہ کہ کم سے کم نام انبیار کے جو اولوالعزم کی فہرست مین داخل سمجھے گئے ہین ان مین حضرت مسیح شامل نہین ہین اس لئے وہ بھی حضرت آدم کیطرح انہین مین سے سمجھے گئے ہین جنمین عزم نہین پایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنیکا ان مین عزم نہین تھا چنانچہ صرف چار انبیار اس طرح پر اولوالعزم سمجھے گئے ہین جو بعض کے نزدیک حضرت نوح۔ ابراہیمؑ موسےؑ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض کے نزدیک حضرت موسی کی

بجائے انمین حضرت ہودؑ شامل ہین لیکن دونو نمین حضرت مسیحؑ شامل نہین ہین حالانکہ الف میم صاحب کے عجیب استدلال کے روسے صرف وہی ایک شخص تھا جو قرآن شریف اور حدیث کے روسے معصوم تھا گویا بعض مسلمانون نے حضرت مسیح کو اولوالعزم مین بھی داخل نہین سمجھا اور اسلئے اگر حضرت آدم مین الف میم کے معنونمین عزم نہین پایا گیا تو حضرت مسیح بھی اس عزم سے خالی ہین الف میم کی اس بحث سے ایک اور نتیجہ خیز بات پیدا ہوتی ہی اسکے نزدیک حضرت آدم نے حکم الہی کی نافرمانی کی اور اسلئے وہ اولوالعزم انبیا مین سے نہ سمجھا گیا اسکا صاف نتیجہ یہ ہی کہ اولوالعزم وہی نبی ہین جنہون نے کبھی حکم الہی کی نافرمانی نہین کی لیکن چونکہ قرآن کریم صاف الفاظ مین اولوالعزم انبیا کا ذکر کرتا ہی اسلئے اگر الف میم کی بات کو بھی مان لیا جاوے تو بھی بعض انبیا تو قرآن کریم کے نزدیک ضرور معصوم ٹھہرے لیکن چونکہ رسولونمین اس قسم کی تفریق کو قرآن شریف نے جائز نہین رکھا اسلئے اگر بعض انبیا معصوم ہین تو کل معصوم ہین اور یہ نتیجہ الف میم کی اپنی بحث کا ہے ۔

اسکے بعد الیسن صاحب آیت عصے آدم ربہ فغوی کے معنون پر بحث کرتے ہین ہم نے کبھی اس سے انکار نہین کیا کہ عصیان کے معنے نافرمانی ہین ہمنے تو یہ لکھا تھا کہ جہان ایک طرف اللہ تعالی نے آدم کے اس فعل کا نام عصیان رکھا ہی خود ہی یہ بھی کہدیا کہ وہ بھول گئے تھے قرآن شریف مین جو کھانیکی چیزون کے متعلق ممانعت کا حکم ہے اسمین اور دوسری نواہی مین خدا تعالے نے ایک خاص امتیاز رکھا ہی انکی ممانعت کا حکم قرآن کریم مین چار جگہ ہی دو جگہ حکم کو بیان کرکے اسکے بعد یہ استثنا دیا گیا ہی ۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم ۔ (دوسری جگہ ہی فان ربک غفور رحیم) یعنی جو کوئی مضطر ہو جائے لیکن حکم کو توڑنیکی خواہش نہ رکھتا ہو اور نہ حد سے گذرنیوالا ہو تو اللہ غفور رحیم ہی ۔ تیسری جگہ جہان یہ استثنا بیان کی گئی ہے وہان یہ لفظ ساتھ اور بڑھا دئے گئے ہین فلا اثم علیہ کہ اسپر کوئی گناہ نہین ۔ اس استثنا مین یہ امر غور طلب ہے کہ قرآن شریف فرماتا ہی کہ ایسے شخص کا گناہ کوئی نہین اور اللہ غفور ہی ۔ اب اگر لفظ غفر کے معنے جیسا کہ کہا جاتا ہے گناہون کی معافی کے سوائے اور کچھ نہین تو غفور کے معنے بھی صرف یہی ہو سکتے ہین کہ جو گناہ سرزد ہو چکے ہین انکا معاف کرنیوالا لیکن ان معنونکے روسے لفظ غفور یہان استعمال نہین ہو سکتا کیونکہ خدا تعالی خود فرماتا ہے کہ ایسے شخص کا کوئی گناہ نہین اور جب گناہ نہین تو معاف کیا چیز ہوگی ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ لفظ غفر کے معنے صرف گناہ کی معافی کے نہین بلکہ انسانی فطرتی کمزوری جس سے انسان گناہ مین پڑتا ہی اس سے بچانیکے بھی ہین ورنہ اسکے کیا معنے کہ خدا اس شخص کیلئے غفور ہی جس نے کوئی گناہ نہین کیا ۔ اس سے استغفار کے معنون پر روشنی پڑتی ہی لیکن اسجگہ یہ بحث ہمارا مقصود نہین ہی ۔ چوتھی جگہ اسی استثنا کو ان لفظونمین بیان کیا گیا ہی فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم ۔ جو کوئی مضطر ہو جائے بھوک سے لیکن گناہ کیطرف جھکنے والا نہو تو اللہ غفور رحیم ہی اس سے بھی استغفار کے معنونکے متعلق وہی نتیجہ پیدا ہوتا ہی جو اوپر بیان ہوا ۔ ان استثناؤنکو ہمنے اسلئے بیان کیا ہی کہ قرآن شریف مین جہان جہان کھانیکی چیزون

کی ممانعت کا ذکر ہو وہاں ضرور اس استثناء کو بھی بیان کیا ہو لیکن دوسری نواہی کے ساتھ اس استثناء کو ہرگز بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانیکی چیزونکے متعلق خدا تعالے نے انسانی کمزوری کو مدنظر رکھکر ایک اجازت دی ہے جو دوسری نواہی کے متعلق نہیں دی ۔ اب حضرت آدم کو جو حکم تھا وہ بھی کھانیکے متعلق ہی تھا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا لیکن ایسی صورت میں خدا تعالے نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص مجبوری کیحالت میں کھاتا ہے وہ گناہ کا مرتکب نہیں اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ خدا تعالی کی نہی کی خلاف ورزی تو اس سے ہوگئی اب یہ سوال جاتا اگر اضطرار کیحالت سے بڑھکر نہیں تو کم از کم اس جیسا عذر تو ضرور ہے اور اسلیئے حضرت آدم کا فعل گناہ نہیں کہلا سکتا ۔ حضرت آدم کے متعلق یہ لفظ کہ وہ ایسا کرتے ہیں باغ یا عاد تھا یعنی حکم الہی کو توڑنیکی خواہش رکھنیوالا یا حد سے گذرنیوالا کہیں نہیں آئے ۔ حضرت آدم کی دعا کے الفاظ بھی اللہ تعالے کی ان صفات کے مطابق ہیں ۔ جو استثناء مذکورہ بالا کے بعد بیان ہوئے یعنی غفور اور رحیم ۔ کیونکہ حضرت آدم بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ ان لم تغفر لنا و ترحمنا اور اس طرح اللہ تعالے کی صفات غفر اور رحم سے ہی پناہ مانگتے ہیں اور یہی وہ صفات ہیں جو اس شخص کیلئے حرکت میں آتی ہیں جو مضطر ہوکر ممنوع کھانیکی اشیاء میں سے کوئی چیز کھا بیٹھے اس تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم کا فعل گناہ ہرگز نہیں کہلا سکتا ۔

اعتراض کا دوسرا حصہ لفظ غوی کے معنوں کے متعلق ہے اور ہمیں پھر یہی کہنا پڑتا ہے کہ اسکی تردید بھی فروری کے پرچہ میں ہوچکی ہے ۔ ایلسن صاحب کا یہ بھی خیال ہے کہ لسان العرب میں جو غوی کے معنے "فسد علیہ عیشہ" لکھے ہیں انکو معنے ہمنے ٹھیک نہیں کئے اسمیں شک نہیں کہ فساد کے معنے وہ بھی ہیں جو ایلسن صاحب نے لکھے ہیں لیکن اس لفظ کے معنے کسی قسم کا خلل واقع ہونا بھی آتے ہیں جسکے لئے کم از کم لین کی ڈکشنری کو دیکھا جا سکتا ہے ۔ ایلسن کے نزدیک اس فقرہ کے صحیح معنے یہ ہیں کہ اسکی زندگی پاکیزگی کیحالت سے بگڑ گئی یعنی وہ ناپاک زندگی بسر کرنے لگا ایسے خیال پر قرآن شریف لعنت بھیجتا ہے اور ایلسن کے الفاظ سے اسکے سوائے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلسکتا اب ہم ان وجوہات کو بیان کرتے ہیں جنکی بنا پر ہمنے اس فقرہ کے یہ معنے کئے تھے ۔ کہ اسکی امن میں خلل آگیا جس جنت میں حضرت آدم رکھے گئے تھے اسکے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے ان لک الا تجوع فیہا ولا تعری وانک لا تظمؤا فیہا ولا تضحی ۔ اس جنت میں ہم تجھکو یہ آرام دیتے ہیں کہ یہاں نہ تو بھوکا ہوگا نہ ننگا اور نہ تجھے پیاس لگیگی نہ دھوپ ۔ یہ آدم کی زندگی کا نقشہ ہے جو اسے جنت میں حاصل تھی ۔ اور اسے ہم امن کی زندگی نہ کہیں تو اور کیا کہیں اسی امن کی حالت میں جو حضرت آدم کو میسر تھی ممنوع درخت کے کھانیسے خلل آیا اور اسکو روح کی پاکیزگی یا پلیدی سے کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ زندگی کی ایک خاص حالت کا نقشہ ہے جو بعد میں جب حضرت آدم کو وہ جنت چھوڑنا پڑا بدل گیا کیونکہ اس جنت سے باہر یہ آرام اسکو نہ مل سکتے تھے کہ نہ بھوک لگے نہ پیاس نہ دھوپ ۔ چنانچہ جہاں خدا تعالے نے حضرت آدم کے دانہ کھانیکا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی اسکا یہ فوری نتیجہ لکھا ہے کہ فبدت لہما سوآتہما یعنی انکا ننگا ہونا انپر ظاہر ہوگیا اسی کے مطابق اللہ تعالی حضرت آدم کو فرماتا ہے فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی یعنی شیطان تمہیں جنت سے نہ نکالدے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو تکلیف میں پڑ جاویگا اسی بات سے اللہ تعالے نے حضرت آدم کو پہلے متنبہ کیا تھا کہ تو تکلیف میں پڑ جاویگا اور اسی تکلیف میں پڑ جانیکا اقرار حضرت آدم نے ان الفاظ میں کیا ۔ ربنا ظلمنا انفسنا ۔ یہ کوئی سزا نہ تھی بلکہ لازمی نتیجہ اس فعل کا تھا جو حضرت آدم سے ہوگیا خواہ بھول کر ہی ہوا پس اس تمام بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو امن حضرت آدم کو اس جنت میں حاصل تھا ممنوع پھل کھانیسے اسمیں خلل آگیا + (باقی آیندہ)

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل کے لئے پھر یاددہانی

رسالہ میگزین کی کثرت اشاعت و اعانت کے متعلق جسقدر حد سے بڑھے ہوئے پُرزور الفاظ مین حضرت اقدس ع نے اپنی جماعت کے پرجوش باہمت و مخلص احباب کو تاکید اکید فرمائی ہے وہ اس امر کی مقتضی تھی کہ اپنی جماعت کا کوئی فرد اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہتا لیکن موجودہ تعداد خریداری ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت اقدس ع کے یہ دل کو ہلا دینے والے تاکیدی پُرزور الفاظ ابھی اپنی جماعت کے جملہ مخلص احباب کے کانون تک نہین پہونچے ورنہ اپنے مخلص احباب کی باہمت دل اور پرجوش روحین جب تک رسالہ کی خریداری کو حضرت اقدس ع کی فرمائی ہوئی دس ہزار تعداد تک نہ پہونچا دیتین اپنے پیارے مطاع امام علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کی بجا آوری مین اپنے من تن دھن کسی قسم کی خدمت و اعانت سے فرق نہ رکھتین +

بلا ریب نسبتًا اب درخواست ہائے خریداری کا بڑھنا شروع ہو گیا ہو مگر الحال اس مین وہ روز افزون ترقی نظر نہین آتی جو جلد تر تعداد خریداری کو حضرت اقدس ع کی فرمائی ہوئی تعداد تک پہنچانے کے لئے درکار ہو لہذا ایک دفعہ پھر اپنے مخلص احباب و برادران کو حضرت اقدس ع کے ارشاد کی تعمیل کیطرف توجہ دلائی جاتی ہے تاکہ وہ تعداد خریداری کو بڑھانے کی کوشش کے علاوہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشاد کے ان تاکیدی الفاظ کو اپنے دیگر برادران کے کانون تک پہنچانے کی بھی سعی فرماوین تاکہ اپنی جماعت کا ہر ایک مخلص بھائی خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اپنے پیارے امام صادق علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد سے مطلع ہو کر رسالہ کی اشاعت و اعانت مین حسب استطاعت و حسب توفیق خود حصہ لیکر سابق بالخیرات بنے جو اسکے لئے باعث حصول ثواب عقبےٰ ہو حسنات دارین حاصل کرنیکا عین موقعہ ہے کاش ا کوئی وقت پر اس کی قدر کرنے والا ہو۔ درگاہ رب العزت سے تہ دل سے دعا ہو کہ اللہ تعالے محض اپنے فضل و کرم و رحمت غیر متناہی سے اپنی جماعت کے جمیع مخلص احباب کے دلونکو ایسے کارہائے خیر مین سبقت لیجانیکی توفیق بخشے جس سے ثمرات حسنہ اخروی حاصل کر سکین۔

آمین۔ ثم آمین

(نوٹ) جملہ خریداران خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کرین۔ نمبر خریداری نہ لکھنے کیصورت مین توقف یا عدم تعمیل کی شکایت بیجا تصور ہوگی +

مینیجر

تفسیر سورۂ جمعہ قیمت ۱۲؍ و حصہ اول براہین احمدیہ تیار ہو کر شایع ہو گیا قیمت ۵؍ درخواستین بنام حکیم فضل دین صاحب آنی چاہئین +

ہنسنے والا چہرہ: - عمدہ صحت کا ایک اچھا نشان ہے۔ اگر آپ چاہتے ہین کہ صحت اچھی رہے اور دماغی قلبی طاقت درست رہے تو **حبوب جواہر عنبری** کا استعمال فرمائیے جو **یاقوت۔ مرجان مشک۔ عنبر۔ زمرد۔ مروارید۔ زعفران** وغیرہ قیمتی مقوی دواؤن سے خالص تیار ہوتی ہین جن کے کھانے سے طبیعت بشاش رہتی اور خیالات خوش پیدا ہوتے ہین۔ غم وحزن بھولے سے بھی پاس نہین آنے پاتے۔ انسان کی زندگی تندرستی اور طاقت کے لئے ان سے بہتر کوئی دوا نہین۔ تقویت اعضائے رئیسہ کے لیئے بے مثل ہین ناتوانائی کی بیماریان ان کے استعمال سے دور ہوتی ہین معدہ کو درست اور خون کو زہریلے مواد سے صاف اور تمام جسم کے اعصاب کو قوی اور مضبوط بناتی ہین۔ وبائی بیماریونکو روکدیتی ہین۔ انسانی روح اور قلب سے خاص مناسبت رکھتی ہین عقل ہوش وحواس۔ حافظہ۔ ذہن وذکا کو ترقی دیتی ہین کسل اور تکان کو زائل کرتی ہین۔ ضعف دل کو نفع پہونچاتی ہین **قیمت ڈبیہ للعہ**

عجیب وغریب مرہم المعروف بہ مرہم عیسے - اگر آپ دنیا بھر مین سب سے اچھا پُر تاثیر تیر بہدف ہر قسم کے زخمون جراحتون چوٹون گلٹیون خنازیر۔ سرطان۔ طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑون پھنسیون ناسورون۔ گنج۔ خارش۔ بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریون۔ ہاتھون کے سردی سے پھٹ جانے جانورون کے کاٹ لینے۔ جل جانے اور عورتونکے خطرناک امراض۔ سرطان رحم وغیرہ کیلئے ہزارہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ کی حکماء کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہین تو یہ مبارک مرہم اسکے کارخانہ سے منگائیے جو اسکو خالص اجزا سے تیار کرنیکا ذمہ دار ہے طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر مین اور کہین نہین بنتا۔ مرہم کیا ہے سچ مچ کا معجزہ ہے جسنے تمام جہان کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ قیمت ڈبیہ ۱۲ ؍ ۲ ؍ عہ

پاکٹ کیس ادویات - اکثر جانین طبیب اور علاج کے بروقت نہ پہنچنے سے سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بحسرت ہلاک ہوجاتی ہین اس دردناک حالت کو دیکھکر ہمنے یہ پاکٹ کیس تیار کیا ہے اور اس مین مختلف پچاس ساٹھ کثیر الوقوع مرضونکے علاج کیلئے وہ زود اثر نشانہ بخطا کیطرح عمل کرنیوالی دوائین رکھی ہین جنسے بڑھکر ڈاکٹری و یونانی طب اسوقت تک کچھ ثابت نہین کرسکی یہ پاکٹ کیس ایسا بنایا گیا ہے کہ جیب مین بھی رہ سکے اور دوائیون کی مقدار اسمین اسقدر ہے کہ دو اڑھائی سو آدمیون کیلئے کفایت کرسکین ایک کتاب اسکے ہمراہ ہے اور ہر طرح سے ایسی آسانی کیگئی ہے کہ نہ بدجاننے والا انسان بھی اسکو سمجھ کر پورے طبیب کا کام دلیسکتا ہے اور دوائیے استعمال بروقت سے جان مریض کو خطرات معلقہ سے بچا سکتا ہے اسلئے اس پاکٹ کیس کا ہر انسان کے پاس ہونا ضروری ہے گھر مین سفر مین جنگل مین معضلات مین غرض ہر جگہ اسکو اپنے ساتھ رکھین قیمت ۵ ؍ وصہ ؍

عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۱۴ء معہ فہرست ادویات مفت	حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسے نو لکھا لاہور طلب کرو	رسالہ آئینہ صحت نما مفت

"ضروری استدعا"

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہین اور اپنے مقامی سٹیشن مین کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونے کے باعث انہین کسی اور شہر سے ادویات منگوانی ہو تو بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں یہ دکان میرے متعلق ہے انہین کوئی نقصان نہین اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +

المشتہر خواجہ کمال الدین کمال (پشاور)

ضیاء الاسلام پریس قادیان مین باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا۔